

U. 1238

کنز معرفت

طبع زاد

حامی الکونین محب حسین غفر اللہ عنہ مصنف
سرس تو حید رقعات محب وصال حق جذبات محب غیرہ

خلاصہ

ان رباعیات میں سراسر معرفت اور نکات باطن قرآن جمع کئے
گئے ہیں طالبان صادق اور عاشقان حق کے لئے یہ

با عیان جواہر ہے پیرا میں اس زمانہ میں

انکی اشاعت کی سخت ضرورت ہے

۳۳۵ ہجری

مطبع اختر کوں واقع ہنسل گنج حیدر آباد کوں میں چھپا

ضرورتِ تصوف

اس زمانہ میں مغربی تعلیم کی اشاعت سے جس کی بنیاد علوم مادی پر ہے علوم روحانی اور فلسفہ ربانی کی طرف سے روز بروز عدم توجہ اور غفلت بڑھتی جاتی ہے۔ اور لوگ ہمہ تن جسم کی ترقی اور حفظ نفسانی اور لذات فانی میں پڑ گئے ہیں اور اصلی مقصد پر توجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ روح قدیم اور مادہ متغیر اور فانی ہے۔ انسان اس عالم میں روحانی ترقی کرنے اور اپنے آپ کو پہچاننے کے لئے آیا ہے۔ اگر وہ غفلت کرے تو حاصل نہ ہوئی تو مقصود زندگی فوت ہوا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ چھوٹی کتابوں اور رسالوں کے طبع کا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے الہیات کی نہایت ہی ضروری باتیں پڑھنے والوں کو باسانی معلوم ہو جائیں گے اور طالبانِ حق کو ایک صرح کی مدد ملے گی۔ یہی ہے کہ ہمیں اس مقصد میں ضرور کامیابی ہوگی۔ کیونکہ پہلے اس وقت اسرارِ الہی اور فلسفہ مذہب کے معلوم کرنے کی از حد خواہش کا معلوم ہوتی ہے۔

راقم

محب حسین



ان رباعیوں کی تحریر سے یہ غرض ہے کہ پہلک یا خلق اللہ میں پاکیزہ خیالات اور صحیح معلومات کی اشاعت ہو۔ چونکہ خیال کے لئے ایک پیرایہ بھی ضرور ہے۔ اس لئے ان اسرار حقیقت اور انوار معرفت کے کو رباعیات کا لباس اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ تمام اصناف سخن میں دیا وہ ترموثر اور زیادہ تر وسیع ہے۔ چار مصرعون میں یہ قابلیت ہے کہ مضمون کا ایک سمندر کوزے کی طرح ان میں بھرا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ رباعیات آسانی سے یاد بھی کی جاسکتی ہیں۔ اگر یہ رباعیان طفل مدارس وینی میں پڑھائی جائیں گی۔ تو وہ تمام عمر ذہن سے فرو گذشت نہ ہونگی۔ اور زندگی کی تمام دشوار گزار منزلوں میں ایک اچھے رہنما اور بدرقہ کا کام دینگی۔

ان رباعیات کے ذریعہ سے وہ عام مفید باتیں یہاں شائع کی جاتی ہیں۔ جنکی ضرورت آج کل ہمیں از حد محسوس ہو رہی ہے۔ اور اکثر لوگ ان مضامین پر بحث کرتے اور انہیں پوری طور سے نہیں سمجھتے نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان خیالات کی وجہ سے اکثر جو قرآن مجید اور احادیث سے

لئے گئے ہیں لوگوں کی بعض غلط فہمیان رفع ہو جائیں اور وہ درُطضلاً
اور ہلاکت ابدی سے نجات پائیں۔

ان رباعیات کے مضامین کے اسناد بھی عنوان میں دی گئی ہیں
تاکہ عوام الناس کو مصنف پر اعتراض کرنے کا زیادہ موقع نہ ملے۔ دنیا کا
خاصہ ہے کہ جب کوئی جدید کتاب اور نئے مضامین پیش کئے جاتے
ہیں تو اکثر اشخاص خود تو سمجھتے نہیں مگر مصنف کو غلط فہمی کا الزام لگاتے
ہیں اور اپنی لاعلمی سے اونس پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں
سب سے پہلے تو مصنف کو لوگوں کی عام جہالت اور کوہِ حشری کا نشانہ
بنے پڑتا ہے۔ مگر جب رفتہ رفتہ لوگ اس کتاب کے مضامین پر غور
کرتے اور اس کو سمجھتے ہیں تو البتہ اس کتاب کو نظر و وقت سے وکھتری
ہیں۔ اس لئے ہر رباعی کے اوپر قرآن شریف کی اکثر آیات مختصر طور سے
نقل کر دی گئی ہیں تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ شاعر نے صرف
مضامین مسلّمہ کو نظم کر دینے کی کوشش کی ہے۔ خیالات وہی ہیں جو کتب
مقدمہ میں درج ہیں۔ اس لئے جو کچھ شبہ اور اعتراض ہو وہ کتبِ سماوی
کے مطالعہ اور فہم سے دور کیا جائے۔ مصنف ادن کی ذمہ داری سے
بری ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج کل ملک میں بعض سنجیدہ اور فہمیدہ اشخاص ایسے
موجود ہیں جو اس قسم کی کتابوں کی قدروانی فرماتے ہیں جنہیں ہم آج کل
شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر اسی طرح اور اشخاص بھی علم و تحقیق کی

اشاعت میں تائید فرمائیں گے اور اپنی ذات سے اس مضمون میں کتابین
 شائع کریں گے یا لکھیں گے یا کم از کم ان کی اشاعت میں مدد فرمائیں گے۔
 تو بہت قریب وہ زمانہ ہے کہ عام لوگوں میں حق پرستی اور اخلاق حمیدہ کا
 رواج ہو جائے گا۔ اور اجسام مردہ میں جان آجائے گی۔ اور ہر شخص کو
 آخرت کی اصلاح کی فکر و امن گیر ہو جائے گی۔ جو ہر نفس کے لئے یکے
 بعد دیگرے آنے والی ہے۔ اور اس دنیا کے فانی میں استعداستلغ
 نہ ہو گا جس قدر کہ وہ اس وقت ڈوبا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ما علینا الا البلاغ

راقم محب حسین

فہرست مضامین

مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
توحید	۱	بحث و نشر	۱۳
رسالت	۲	دنیا کی بے ثباتی	۱۴
ولایت	۳	دنیا و ازون کی حالت	۱۵
عرفان	۴	افلاس اور امارت	۱۶
روح	۵	فکر روزی	۱۷
عشق	۶	کوشش اور تدبیر	۱۸
نفس یا شیطان	۷	مصائب	۱۹
غضب	۸	سخاوت	۲۰
خیرات اور ہمدردی	۹	بوڑھاپا	۲۱
اسرار قرآن	۱۰	تصنع اور ریا	۲۲
تعلیم و تربیت	۱۱	حال و قال	۲۳
موت و حیات	۱۲	مشتوق مقید	۲۴

گلزار معرفت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(التوحید)

دوئی کے ساتھ ہی شیطان کا وجود قائم ہو جاتا ہے۔ جہاں عابد سے ہر
معبود کا وجود قائم ہوا وہاں شیطان کا وجود بھی ظاہر ہوا۔ جیسے جب ایلیکٹر سٹی
کے دوسرے نیگٹو اور پازٹو یعنی سلب و ثبوت ظاہر ہوئے تو شعلہ برقی کا ظہور ہوا
اور جب یہ سلب و ثبوت مل گئے تو شعلہ بھی غائب ہو گیا نیا نچہ فرمایا گیا ہے۔
کہ اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ یٰنِیْ مَن تَجِبُہُ سَ تِہِیْ ہِیْ پَناہ مانگتا ہوں۔ جب
دوئی انہی اور وحدت کا مقام آیا۔ تو جہنم اور شیطان و دونوں غائب ہو گئے
اور صرف ذات ہی ذات رہ گئی۔ وحدت صرف میں عابد و معبود اور اللہ و بندہ
و دونوں مفقود ہیں۔

کیوں احوئی نفس کے غم بہتے ہیں

کیوں یا د میں شیطان کی سیر بہتے ہیں

توحید پہ قائم ہیں جو اشخاص یہاں

اعوذ بک منک وہی کہتے ہیں

و فی انفسکم افلا تبصرون (قرآن) یعنی تم اپنے نفسوں میں
کیون نہیں دیکھتے ومن عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جس نے
اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا و قلب المؤمن عرش
اللہ تعالیٰ یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

کیا عرش پہ ہے یا دلِ مومن میں خدا؟

فی انفسکم سچ ہے کہ ہے جھوٹ بتا؟

ہستے ہیں سمجھ پر زری عاقل ناوان

شہرون میں دھندورا ہے بغل میں لڑکا

وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ و یحکم ما یرید
(قرآن) اور نہیں چاہتے تم جب تک کہ اللہ نہ چاہے اور جو چاہتا ہے
اکرم کرتا ہے۔ لا تقهرک ذرۃ الا باذن اللہ (حدیث) یعنی

کوئی ذرہ خدا کے حکم بغیر حرکت نہیں کرتا۔

اسباب میں سب اُسکے ارادے سے ملے

ممكن نہیں ذرہ کوئی بے حکم ہے

سمجھا ہے غلط یہ کہ میں قادر ہوں محب

ہر بات میں ہے اس کا ارادہ پہلے

دور و تسلسل باطل ہے۔ ہر چیز اسی ذات مطلق سے نکلی ہے اور اس کی اندر لوٹ جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں و منہ بدلا و الیہ یعود اسی سے نکلے ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

حادث تھے جو آئے گئے اگلے پہلے

سب جا کے اسی بحر میں قطرے یہ ملے

باطل ہے یہ سب دور و تسلسل بخدا

بے ذات کے اٹا ہے نہ مرغی پہلے

فانما تولوا فثم وجه الله یعنی جد ہر تم منہ کرتے ہو اور ہر اللہ کا منہ ہے کما بذا کہ تَعُوذُونَ (اعراف) یعنی تمہارا اصل خدا ہے اسی سے تم پیدا ہوئے اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

اقرب ہے وہ بندے سے کہ جیسے شہ رگ

انسان نہیں فہم میں کچھ گریہ و سگ

جڑ ہی سے نمو ہے پرورش اور وجود

پھل اصل سے اپنی نہیں نا فہم الگ

ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اے
یعنی جن جن اور انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا
کیا ہے۔ اگر اس زندگی میں توحید حاصل نہ ہوئی تو عمر برباد گئی اور زندگی کا
مقصد حاصل نہ ہوا جو خدا کی معرفت ہے۔

افسوس ہے اُس پر جو یہاں آکے گیا

اور گوہر وحدت نہ اُسے ہاتھ لگا

ارواح یہ خواص ہیں ہستی دریا

غوطہ ہے یہ عمر اور موتی ہے خدا

آدمی دل میں اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے اور اس وقت مخاطب کلیم وہی خود ہے۔ اسی طرح عالم خارج میں بھی وہی ہستی مطلق مخاطب۔ فاعل اور مفعول خود ہے۔

خارج میں تو بعد پہلے گھاتین دل میں

دشمن کو بھی مارتا ہے لاتین دل میں

خود فاعل و مفعول مخاطب ہے کلیم

وحدت کا تو منکر ہے یہ باتین دل میں

انا اعطینک الکوشر (قرآن) یعنی ہنسنے تجھے کثرت میں وحدت کو دیکھنا یعنی توحید وجودی عطا کی۔

کثرت میں جو وحدت پہ نظر رکھتا ہے

اسلام میں عرفان میں وہ پکا ہے

گر نعمت عظمیٰ نہیں تو حیدر تو پھر

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ كَيَا هَ

ان شانےک ہوا لا بدتر یعنی تیرا دشمن اتر ہے۔ اہل توحید پر
کوئی شے غالب نہیں آسکتی۔ اور وہی سب پر غالب ہیں۔

کر فہم کہ قرآن میں ہے کیا کوثر

مطلب ہے کہ کثرت میں ہو وحدت نظر

اسفل تو یہ مشرک ہیں سو حد اسے

غالب ہیں وہی لوگ جو ہیں وحدت پر

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (قرآن) پناہ اگلتا ہوں میں مخلوق کے
شر سے۔

اولاد سے اموال سے دکھ پاتا ہے

مشتوق کے صدموں کا بھی غم کھاتا ہے

مخلوق کے شر سے وہی بچتا ہے محبت

جو ذات میں اللہ کی چھپ جاتا ہے

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - اللَّهُ الصَّمَدُ - یعنی خدا ایک ہی
اور وہی ظاہر ہے۔ یعنی باطن اور ظاہر وہی ایک اللہ موجود ہے۔ جو لوگ
خلق اور خدا کو دو علاحدہ وجود جانتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

مشرک ہیں وہی عقل میں جنکی بل میں

حیوان سے بھی انسان یہاں اسفل ہیں

ہے ایک خدا دوسرا عالم میں نہیں

جو ایک کو دو دیکھتے ہیں احوال میں

عالم میں وجود ایک ہے اور وہ ذات احد ہے چنانچہ قرآن مجید میں
صاف ارشاد ہے وَلَعَلَّيْكُمْ لَهٗ كَفُوًا أَحَدٌ یعنی اسکا کوئی
برابر والا موجود نہیں یعنی بحر خدا کے اور کسی کی ہستی اور وجود نہیں
میں اور تو کا فرق اعتباری ہے۔ حقیقت میں سارا عالم ایک وجود ہے

ڈاکے ہیں کہیں اور کہیں بن ہیں پڑے

حاکم سے ہیں محکوم کسی جا بگڑے

معلوم ہوا شرک کا پردہ جو اٹھا

میں تو کے جہان میں ہیں یہ سائے جھگڑے

اللَّهُ مُنْزِلُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (ق) یعنی اللہ آسمان
اور زمین کا نور ہے جب عالم میں خدا ہی کا وجود ہے۔ تو غیر از خدا کا خیال ہم
اور وسوسہ ہے۔ اسی لئے اہل شرک کے تمام خیالات وہم اور وسوس ہیں

جو کچھ کہ سوا حق کے ہے وہ ہی وسواس

انسان ہو فرشتہ ہو کہ کوئی خناس

ہر رنگ میں وہ ایک ہی آتا ہے نظر

مالک وہی معبود وہی رب الناس

آفتاب کی شعلات رنگوں سے مرکب ہے۔ جب یہ رنگ جمع ہو جاتے ہیں تو نور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ تمام مذاہب مختلف رنگ رکھتے ہیں۔ اہل توحید سب مذاہب کو خدا ہی کی طرف سے جانتے ہیں اور اس لئے وہ کسی مذہب سے مخالفت نہیں کرتے۔

نافہم ہیں ادیان مخالف سے نفور

سمجھے نہیں باطل بھی تو ہی حق کا ظہور

یہ فرق مذاہب جو ہے نیرنگی ہے

باہم جو ملین رنگ تو ہو پیدانور

کل حزب بمالذیہا فو حون ہر شخص کا خدا اور مذہب اسکے فہم اور خیال کے موافق ہے۔ اور اسی لئے اپنے خیال کے مطابق وہ اسکو حمد و داد و نامہ و دو قرار دیتا ہے۔

سمجھا ہے کوئی عرش پہ بیٹھا ہے خدا

اور فرش پہ کہتا ہے کوئی ہے وہ دہرا

جو جسکی سمجھ ہے وہی رب اسکا ہے

ہر اک کا خدا جدا ہے اور دین جدا

خدا کی ذات ایک ہے اور اس کے نام اور اسما بہت ہیں۔ ناموں کے اختلاف سے ذات پر کوئی اثر نہیں جو لوگ ناموں پر لڑتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

کہتا ہے کوئی رام کوئی گاؤ خدا

لیکن میں اسی ایک کے یہ سب اسما

الفاظ کے جھگڑے میں نہ پڑ کفر ہے یہ

معنی کو سمجھ اور نہ کر شرک و زرا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ یعنی سوا اللہ کے اور کوئی معبود نہیں خواہ تم کسی فے کو پوجو۔ لیکن دراصل ہر رنگ میں وہی ایک معبود پجتا ہے۔ اگرچہ عابد اس اطلاق سے واقف نہیں ہیں یا تو لو افتم وجه اللہ جد ہر تم رخ کرتے ہو ادھر اللہ ہی کا منہ ہے۔

پتھر کوئی پوجتا ہے اور کوئی شجر

حیوان کہیں معبود کہیں شمس و قمر

ہر رنگ میں پختی ہے وہی ذات احد

عارف ہیں وہ رکھتے ہیں خدا پر جو نظر

انسان آنکھ کی سیاہ تیلی کو زبان عرب میں کہتے ہیں۔ انسان کو انسان کہنے کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ وہ بمنزلہ خدا کی آنکھ کی تیلی کے ہے۔ جو تمام اعضائے انسانی میں شریف ہے۔ قرآن شریف میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے وھو البصیر البصیر یعنی وہی دیکھتا اور سناتا اس حصر سے صاف واضح ہے کہ سماعت اور بصارت خدا ہی کی ہے وھو الظاہر وھو الباطن اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے تو جو چیز ظاہر ہے وہ بھی خدا ہی کا ظہور ہے۔

آدم کو خلافت جو خداوند نے دی

مجدد ملائک ہوا عزت یہ ملی

اللہ کے اعضا تو ہیں یہ مخلوقات

انسان ہے مگر چشم خدا کی پتلی

خالق اور رب وغیرہ سب اسماء اللہ ہیں۔ سوا خدا کے جب کسی اور کا وجود نہیں جس پر آیات قرآنی دلیل ہے کہ قل ہو اللہ احد اللہ ہو الصمد یعنی ظاہر اور باطن اللہ ہی ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ہو الظاہر ہو الباطن کہ وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ تو اب کسی شیطان کا وجود باقی نہ رہا۔ اور جب شیطان کا وجود بھی نہ رہا تو خطرات بھی مٹ گئے۔ اسی لئے حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اعوذ بک منک یعنی میں تجھ ہی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

خالق ہے وہی اور وہی رب الناس

ہے اسکے سوا غیر کا خطرہ و سوا اس

اعوذ بک منک بقول حضرت

شیطان نہ کہیں ہے نہ کہیں شمر الناس

سنیر یھم ایا تنافى الافاق فى انفسھم حتے
یتبیتن لھم انھ الحق - (رق) قریب ہے کہ وکما ینکے ہم
انھین اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور انھین کے نفسوں میں تاکہ ظاہر
ہو جائے ان پر حق و فی الاسراض آیات للموقنین - اور
زمین میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں (رق)

عالم جسے کہتے ہیں وہ ہی ایک ہی ذات
آیات ہیں حق کے یہ جماؤ اور نبات
کپڑے کو رنگا جب تو چمپی بے رنگی

باطن تو ہے ذات اور ظاہر میں صفات
وَلَمْ یَكُنْ لَهُ کُفُوًا أَحَدٌ - اور کوئی اس کا کفو یعنی مد مقابل نہیں
اس کا مطلب اوپر سے یہی بیان ہوا ہے کہ مرتبہ ذات اور صفات سب
مراتب اللہ ہی کے ہیں اور جب اس کے سوا کسی اور کا وجود ہی نہیں۔ تو اس کا
کوئی برابر والا یا مد مقابل بھی نہیں۔

پڑھتے ہیں نماز اور کرتے ہیں وضو
دل میں ہے خیال غیر اس پر ہے تنو

عالم میں نہیں اس کا مقابل تو کوئی

ہے خلق اگر غیر تو ثابت ہے کفو

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - اللَّهُ الصَّمَدُ - لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ - یعنی وہ اللہ ایک ہی ہے اور اللہ ہی ظاہر ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ بنا گیا ہے۔ یعنی وہ باپ کی طرح علت ناقصہ نہیں ہے اور نہ وہ کسی علت کامل ہے۔ اسکی ذات و صفات ایک ہی ہیں۔

عالم یہ نہیں یہ تو ہے اللہ الصمد

علت ہے وہی کل کی مگر لم یولد

ہمیں ایک ہی و و نو یہ محب ذات و صفات

کیا خوب کہا ہے کہ ہوا اللہ احد

(۲) رسالت

ولایت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ہر رسول ولی ہوتا ہے۔ مگر ہر ولی رسول نہیں ہوتا۔ ولی اور رسول دونوں خدا کی حضوری میں حاضر رہتے ہیں۔ مگر اصلاح عوام اور ہدایت عام رسول کا فرض منصبی ہے۔ ولی کو لازم نہیں۔ رسول اس ہدایت کے کام پر مامور ہے۔ اور ولی مامور نہیں۔ اسی لئے ہر ولی کو رسول کی شریعت کی پابندی ضرور ہے۔ اور وہ شریعت اور احکام الہی کا تابع ہے۔

ہے خاص رسالت اور ولایت ہر عام

لازم نہیں ہر ولی پہ حق کا پیغام

لیکن ہے ضروری کہ پیغمبر ہو ولی

پہنچائے وہ بندوں کو خدا کے احکام

رسالت ختم ہو چکی۔ مگر ولایت جاری ہے۔ یعنی اب ولی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر رسول نہیں ہو سکتے۔ یعنی رسالت کی تکمیل ہو چکی اس لئے جدید رسول کی ضرورت

باقی نہیں رہی۔ ولی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں اور علمائے راسخین جو عالم شریعت اور عالم باطن ہیں وہ شاخ کبار اور پیران عظام ہیں۔ اور در رسول کے جانشین ہیں۔ ان کی اطاعت و راصل رسول اور خدا کی اطاعت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ جو اولیاء فانی اللہ اور بقا باللہ کے درجے کے رکھے ہیں اور ان پر عالم باطن کھل چکا ہے اور علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع ہیں وہ البتہ شیخ کامل کہے جاسکتے ہیں۔

گر ختم رسالت ہے ولایت تو نہیں

ہے عالم باعمل بجائے شہ دین

یہ پیر یہ اولیا یہ شیخان بزرگ

ہیں سب یہ رسولوں ہی کے سجادہ نشین

انسان کامل اور پینمبر اور خدا اور خلق کے درمیان ایک برزخ ہے۔

یعنی خدا اور خلق و دونوں کے خواص اس میں پائے جاتے ہیں۔ شعر

اُدھر اللہ سے واصل۔ اوہر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کہری میں ہے حرف مشد و کا

ظاہر میں خلق ہے اور باطن میں اللہ۔

ہادی جسے کہتے ہیں سمیہ بر جسکو

ہیں جسکے جہان میں ہزاروں پیرو

بحرین کے درمیان وہی ہے برنخ

ہے بندہ واللہ اسی میں دونو

فرمایا گیا ہے کہ گنت نبیًّا و آدم بین الماء والطين

یعنی میں اوس وقت بنی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے
یعنی حضرت آدم پیدا نہ ہوئے تھے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ

اس دور کے پہلے بھی حضرت نبی تھے۔ اگلے دور میں اور پھر اس دور میں

خاتم انبیاء کے لباس میں ظاہر ہوئے۔ اور اگلے دوروں میں جو ترقی کی تھی اسکو

ظاہر فرمایا۔ الغرض رسل اور انبیاء کی دور میں رہ چکے ہیں اسوقت کمال

انسانی حاصل کرتے ہیں۔ یہ عالم ایک مدرسہ ہے جہاں انسان علم حاصل

کرتا ہے اور یہ دور ایک مدرسہ کا ٹرم یعنی اوقات امتحان ہیں۔

ہر دور میں رہ کر جو یہاں آتا ہے

وہ تجربہ علم ساتھ پھر لاتا ہے

اس دور کے آدم سے جو پہلے ہوئی
 پنیسا مبرحق وہی کھلاتا ہے

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لا فرق بین احد من رسلہ
 نہیں فرق کرتے ہیں ہم کسی رسول میں وامنت باللہ وصلاتک
 ورسولہ۔ یعنی ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے
 رسولوں پر۔ رسالت ایک کلی ہے جس کا افراد بے انتہا ہیں یا اگر کسی ایک
 فرد رسول سے انکار کیا جائے گا تو تمام افراد سے انکار ہو جائیگا۔ کوئی مسلمان
 دوسرے رسولوں کی تکذیب نہیں کر سکتا بجز جاہلون کے جو اصول مذہب
 اسلام سے محض ناواقف ہیں۔ اور مذہبی تعصب کی بنا پر لوگوں سے لڑتے
 ہیں جو سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

کلی ہے رسالت میں افراد رسول

افراد پہ اشخاص پہ لڑتے ہیں جہول

جو ایک کا منکر ہے وہ سب کا منکر

گر ایک پیسہ کو وہ ملنے تو فضول

(۳) ولایت

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ق) اولیاء اللہ کو کوئی خوف اور غم نہیں علمائے امتی کا نبیائے بنی اسرائیل (رح) میری امت کے عالم یعنی ولی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں بغیر توجیہ و تفسیل کے کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ ولایت کے لئے حضوری اور تقا اللہ شرط ہے۔

بے خوف ہیں بے خرن ہیں اللہ کے دوست

باطن میں ہیں نور اور ظاہر میں ہیں پوست

ہے فرق مراتب تو زبان پر لیسکن

دل میں ہے یقین یہ کہ عالم ہمہ پوست

ان اولیاء اللہ لَا یَمُوتُونَ - (ق) خدا کے دوستوں کو موت نہیں۔ روح تو کسی کی بھی نہیں مرنے والی۔ عوام کی موت اضطرابی اور خواص کی موت اختیاری۔

مرتے نہیں واللہ کبھی حق کے ولی
ہیں زندہ حب اوید و سعید ازلی

مختار ہیں عالم میں جہاں چاہے رہیں
سوا بار یہاں آئین جو خواہش ہو ولی

دنیا میں اولیا اللہ کے سب قدم چومتے ہیں۔ سلاطین الوعزم بھی ان کی
قدمبوسی کو اپنا فخر جانتے ہیں۔ مرنے کے بعد انکی وہی تعظیم و عزت قائم
رہتی ہے۔ حالانکہ بڑے بڑے بادشاہ جن کے ڈنکے دنیا میں بجتے ہیں انکے
بعد ان کے عظیم الشان مقبرے ویران پڑے ہیں اور سوا درندوں کے
کوئی دو سچول بھی نہیں چڑھاتا۔ برخلاف اس کے اولیا اللہ کے مقبروں پر
رات دن میلانگارتا ہے۔ اور دن عید رات شب برات ہے۔ ان کی
مقبولیت کی اس سے زیادہ اور کون سی یقین دلیل ہو سکتی ہے۔

سلطان کے تقریب سے ملی عزت و جاہ

لیکن نہیں کچھ زوال و نکبت سے پناہ

اللہ کی دوستی سے حاصل یہ ہوا

دنیا تو ہے کیا چیز و دعو عالم کا ہے شہاء

أَذْكُرُونِي وَأَذْكُرْكُمْ (ق) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا
اولیاء اللہ خدا کی یاد میں مستغفر رہتے ہیں۔ ان کے افعال و اعمال سب
اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ فنا فی اللہ ہیں اور اللہ ہی کی ہستی کے
ساتھ باقی ہیں۔

کہتے ہیں ولی کسکو ولایت ہے کیا

تو یاد کرے حق کو وہ حق کا شہید

باطن میں خدا اور ہو ظاہر میں خدا

دیکھے نہ کسی چیز کو وہ حق کے سوا

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا جلیس من ذکرتی۔ جو میرا ذکر کرتا ہے
میں اس کے پاس بیٹھتا ہوں اور حضرت صلعم فرماتے ہیں۔ الصعبت موثر
یعنی صحبت کا اثر ہے۔ اب خیال فرمائیے کہ جو خدا کی صحبت یا حضورِ یحییٰ

رہے گا وہ کیونکر تخلیق باخلاق اللہ نہ ہوگا۔ جب دوزخوں کے کیڑے و خرتوکا رنگ پکڑ جاتے ہیں۔ تو انسان کیونکر خدا کا رنگ نہ پکڑے گا۔ اور خدا کے رنگ سے کون نیزنگ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ اولیاء اللہ کی بڑی شناخت یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے دل خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور دنیا کی طرف سے سروی پیدا ہوتی ہے۔

جب بیٹھتے ہیں پاس کسی شخص کے ہم
 پڑتا ہے اثر دل پہ ہمارے ہر دم
 وہ پیر میں جب تک کہ زمین ان کے پاس
 آتی رہے یا وحق و لون میں پیہم

عرفان

ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون الى
 ليعرفون - نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر اپنی معرفت کیلئے

اس لئے مقصد حیات عرفان ہے جس کو معرفت حق حاصل نہ ہوگی۔ اُسکی زندگی کا مقصد اعلیٰ ہی فوت ہوا۔ یہ دولت و دنیا۔ مال و جاہ و عزت و حکومت مرنے کے بعد سب بیکار ہی نہیں بلکہ اسباب عذاب ہیں۔

یہ علم یہ تجربہ یہ تحقیق یہ کد

پے سو ہے حاصل نہ ہو گر علم احد

مقصد تھا یہاں آنے سے خود کو پائین

اور وہ نہ ملا اگر تو ہے غم تباہ ابد

جس کو دنیا سمجھے ہیں وہ دھوکا ہے۔ اور دنیا باعتبار اس کے دنیا ہے۔ کہ اس کو بذاتہ مستقل جانتے ہیں۔ عالم باعتبار اس کے کہ وہ خداوند تعالیٰ کا ظہور فی الخارج ہے حق ہے۔ وہ دنیا نہیں۔ جاہل کو وہی عالم دنیا ہے۔ جو قابل نفرت ہے۔ اور موجد کو وہی عالم حق ہے۔ فالنسا لکھو لکھو فتنہ و جمالک یمنی جدہ ترم منہ پیراؤ اوہر اللہ کا منہ ہے۔ (قرآن مجید)

عالم جسے کہتے ہیں وہ ہے وہم و خیال

گہیرا ہے طلسم اور شیطان کا ہے جال

اندھے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بینا ہیں

بینا ہے وہ کہتا نہیں جو دل کا حال

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ خدا کی معرفت
اپنی معرفت پر منحصر ہے۔ جس نے تمام علمات، عالم مثلاً نباتات، جمادات
ورعیوانات کا علم تو حاصل کیا مگر اپنی روح کا کچھ علم نہ سیکھا۔ اس نے
یون کی طرح کوڑیاں جمع کیں اور انہیں کو چھڑو یا آدمی کو سب سے زیادہ
ضروری اپنا علم ہر چنانچہ سقراط حکیم کہتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا تو علم حاصل
کرتے ہیں اور اپنے اندر اور باہر کی قوتوں کو اور آگ سے نادان اور جاہل ہیں۔
حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اپنے آپ کو جان بچھڑا کر
عالم کو جان لے گا۔ کیونکہ انسان میں تمام عالم باطن اور خارج سب موجود ہے۔

پڑ لکھ کے جو عالم ہوا تو اور دانا

ہر علم کی تحقیق میں بھی سر زانا

بی اے ہوا ایم اے ہوا اور ایل ایل ڈی

گر آپ کو جانا نہیں پھر کیا جانا

سب سے بڑی چیز عرفانِ حق ہے۔ اگر ساتون عالم بھی کھل جائیں اور توحید حاصل نہ ہو۔ تو اس کشف سے کوئی فائدہ نہیں۔ آدمی کی نجات صراطِ مستقیم یعنی توحید پر منحصر ہے نہ کہ عالموں کی سیر اور تماشوں اور قوتوں کے تحصیل پر۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ یعنی چناہین سید ہی راہ یہ نہیں کہا گیا ہے کہ دکھاہین عالموں کو۔

سب علم و ریاضت کا ہے مقصود خدا

اور اس کے سوا نفس کا سب ہے وہو کا

حاصل نہ ہو اگر معرفتِ حق ہمو

کھل جائے اگر عالم لاہوت تو کیا

لوگ عالمِ آخرت کو آسمان کے اوپر سمجھتے ہیں اور آسمان کو اپنے اوپر جانتے ہیں۔ حالانکہ عالمِ مثال اور دیگر عوالم جنہیں آسمان سے بھی تعبیر کرتے ہیں کچھ ایسی ترکیب سے واقع ہیں جیسے بوریہ کی بناوٹ یعنی ہر ایک عالم دوسرے عالم کے اندر پایا جاتا ہے۔ اس لئے کسی عالم کو کسی عالم سے فصل نہیں اور تمام عوالم بحیثیت اجتماعی ایک ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دن کو بعض اوقات چاند آفتاب کے قریب ہوتا ہے تو چاند اور سورج دونوں کے اندر

باہم لے ہوتے ہیں۔ مگر دھوپ کی تیزی سے چاندنی نظر نہیں آتی۔ شب کو آفتاب غروب ہوتے ہی چاندنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چونکہ آدمی عالم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتا ہے۔ اس لئے اسکو عالم آخرت دکھائی نہیں دیتا اور جب وہ دل کو اوپر سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو عالم آخرت یا مثال بھی دیکھنے لگتا ہے۔

ہرگز نہیں آخرت جہان کے باہر

اندھے کو نہیں اس کی مگر کوئی خبر

دیکھا نہیں کیا چاند قریب خورشید

ثابت ہے شب ماہ بھی دن کے اندر

روح

سارا عالم ایک روح اور ایک جسم ہے۔ جو کسی کو ازیت پھونچتا ہے وہ اپنی آپ ہی کو ازیت دیتا ہے من عمل صالحا فلنفسہ ومن

اسا فلہا۔ جو کوئی نیکی کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ اپنے حق میں کرتا ہے۔ (قرآن)

جب روح ہے سب کی ایک اور ایک جسد

پھر کس سے تو کرتا ہے یہاں بغض و حسد

جو مارتا ہے کوئی کسی کے منہ پر

آتی ہے پلٹ منہ پر اسی کے وہ زد

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے نفخت فیدہ من روحی یعنی آدم میں بیٹے اپنی روح پھونکی اور فرماتا ہے کہ ہوا الظاہر و ہوا الباطن یعنی وہی ظاہر اور وہی باطن ہے ان تمام آیات قرآنی سے صاف واضح ہے کہ خداوند ظاہر و باطن موجود ہے اور اسی کی روح ہمارے اندر موجود ہے۔ اور بندے اور اللہ میں کوئی نہیں ہے۔ بلکہ فرق اعتباری ضرور ہے اور وہ ہر شے میں پایا جاتا ہے۔ مگر حقیقت تمام اشیائے عالم کی ایک ہی ہے۔ فرق اعتباری نہ ہوتا تو وحدت میں کثرت کبھی پائی نہ جاتی۔

لکھا ہے یہ قرآن میں نفخت روحی

اب کیسے کہ یہ روح بشر ہے کسلی

باطن وہی ظاہر وہی عالم میں ہے ایک

ہرگز نہیں اللہ میں بندے میں دوری

روح قدیم ہے اور جسم حادث ہے۔ یہ پوست ہے اور وہ مغز ہے مگر لوگ پوست کی تو اس قدر پرداخت کرتے ہیں اور مغز سے بالکل غافل ہیں۔

ہے روح قدیم اور حادث ہے بدن

ناچیز صدف یہ تو ہے وہ دُرِ عدن

پرداخت میں چھلکے کے یہ جالکاہی ہے

بے مغز اٹھاتے ہیں عجب رنج و محن

جسم اور لذت نفسانی ہر آن فانی ہیں اور روح باقی ہے۔ حظوظ روحانی فنا نہیں ہوتے۔ اس لئے جو لوگ جسم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں اور روح سے بالکل غفلت اختیار کرتے ہیں۔ وہ بڑے گھمٹے ہیں۔ اور جو اشخاص روح کی طرف متوجہ ہیں اور بقدر ضرورت جسم کی پرداخت کرتے ہیں وہ راہِ راست پر ہیں۔

کر روح کی پروا نہت کہ جو باقی ہے

ہر آن سے عیش کی وہ ساقی ہے

کیا روح بین اور جسم بین نسبت غافل

وہ طائر سرور ہے یہ آفاقی ہے

روح باو شاہ اور جسم خادم ہے۔ کیونکہ جسم پر روح حکمران ہے۔ جو لوگ جسم اور
نفس کی پرستش کرتے ہیں وہ غلاموں کے غلام ہیں۔ انسان کامل دو چیز
جو روحانی قابلیات کو ابھارے اور اجسام پر منحصر نہ ہو۔

ارواح شہنشاہ ہیں خادم احباب

باطن کی حکومت سے نوظاہر ہے غلام

خادم ہیں غلاموں کے یہی نفس پرست

رہتے ہیں پرستش میں انہیں کی بدنام

ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ
 ابصارہم غشاوہ - مہر کردی اللہ نے اذن کے دلوں پر
 اور اذن کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے یعنی ان میں نیک
 بات کی سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں۔ وہ کسی عقل کی بات کو سنتے ہی نہیں۔
 اور کسی واقعات کو دیکھ کر عبرت ہی نہیں حاصل کرتے۔

وائم ہے جو روح اوس سے غافل بین مگر
 دنیا کی خرافات پہ ہر دم ہے نظر

سنتے نہیں پڑتے نہیں یہ حق کا کلام
 کیا کیجیے میں خدا کی مہرین دل پر

عشق

عاشقوں کو معشوق کی یاد سے فرصت ہی کہاں ہے جو وہ اور کسی طرف
 متوجہ ہوں۔ یہی ان کی عازمہ اور یہی ان کا روزہ۔ اہل استغراق پر احکام شرع

جاری نہیں جیسے سوتے پر نماز فرض نہیں۔

ہیں یاد آگئی میں جو غرق آٹھ پہر

ان کو نہیں کچھ فرض کی سنت کی خبر

سمجھے نہیں جو لوگ کہ اسراصلوۃ

کرتے ہیں نمازوں پہ وہی فخر اکثر

عاشقوں کی نماز خیال یا رہے اور زابدون کی نماز رکوع اور جود وہ حضوری
میں حاضر ہیں اور انہیں اوس کے مشاہدہ سے حجاب ہے۔

رندون کی نماز ہے خیالِ ولدار

روزہ ہے محب ترک وجود اغیار

اغراض کا چھوڑنا ہے خیرات و زکات

اور حج ہے طوافِ کعبہ دل ہر بار

دوئی یا شرک کے ساتھ عبادت بے نتیجہ ہے اور توحید کے ساتھ ہر عبادت
 نتیجہ خیز ہے۔ چنانچہ حضرت صلعم فرماتے ہیں من قال لا الہ الا اللہ فقد
 دخل الجنة ان زنی و سرقت و حدیث کا مطلب یہ ہے
 یعنی جس نے لا الہ الا اللہ پر یقین لاکر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اگرچہ زنا اور
 چوری بھی کرے۔

قسمت ہے یہ کسلی مے و معشوق مے

زاد مے عشق ہے یہ تھوڑی پی لے

کیا فائدہ اس بھوک سے اس سجدے سے

اتنی تو ہو یا و حق کہ خود کو بھولے

عشق اسمائے الہی میں سے ایک اسم ہے۔ اس کا ظہور عالم خارج میں بغیر عاشق
 و معشوق کے ہو نہیں سکتا۔ تنزیہ کی حالت میں خدا کا عاشق ہونا محال ہے
 کیونکہ وہاں اس کی کوئی صورت و شکل ہی نہیں۔ بلکہ دراک تو اس باطنی
 سے بھی وہ مبرا ہے۔ اس لئے خدا کا عشق اسی عالم ناسوت میں منظر ہات
 حق کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ اور تقابل اللہ بھی اس عالم خارج میں ہو سکتا ہے
 بعض اشخاص یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کا عشق اور تقابل تنزیہ میں ہوتا ہے اور یہ بالکل

محال ہے۔

بے عاشق و معشوق نہیں عشق کہیں

بے ماوہ عالم میں نہیں کوئی حسین

تنتز یہ میں کس طرح سے ہو عشق احد

تشبیہ میں سب اس کے ہیں خسارِ جہین

سوا خدا کے اور کوئی حسین نہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ جمیل و محب

الجمال یعنی خدا حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے۔ اس کا مفہوم

یہی ہے کہ خود وہی عاشق و معشوق ہے۔ لیلے کی حقیقت کو جب مجنون سمجھا تو

اوس کو لیلے کا خیال جاتا رہا اور ہر طرف اوس کو لیلے ہی لیلے نظر آنے

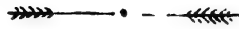
لگی۔ اسی طرح عارف کی آنکھ میں ہر رنگ اور ہر شان میں وہی دکھائی دیتا ہے۔

اور یہی وہ نظر ہے جو خدا کے فضل و کرم سے انسان کو نصیب ہوتی ہے۔

معشوق سوا اُس کے نہیں کوئی یہاں

وہ حسن کے پروے میں یہاں خود ہی نہاں

سمجھا جو یہ مجنون کہ ہے لیلے بھی وہی
اٹھی شب تار یک ہوا نور عیان



نفس یا شیطان

اومی رمن بھی ہے اور شیطان بھی جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔
من بشر الوسواس الخناس ۵ من الجنة والناس
دق (یعنی پناہ مانگتا ہوں میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے جو جنوں
اور آدمیوں کی قسم سے ہے۔ انسان خداوند تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا
گیا ہے۔ اس لئے اس میں بھی شان جلال اور جمال و دونوں موجود ہیں۔

اعمال جو اچھے ہیں تو ہے خیر الناس

افعال جو بد ہیں تو تو ہی ہے خناس

یہ رحمت و شیطنت ہیں او صاف تیرے

رحمن ہے تو ہی تو ہی ہے شیطان و سواس

انسان کو اپنے غیب معلوم نہیں ہوتا اور جنہیں معلوم ہوتے ہیں وہ اعلیٰ
 درجہ کے لوگ ہیں۔ حضرت آدم نے فرمایا تھا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا
 اے رب ہمارے ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

کہتے ہیں کہ شیطان کانہیں کوئی موجود

اور خود بین بین سب خواص شیطان موجود

شیطان بھی سمجھتا نہیں خود کو شیطان

آدم نے جو سمجھا تو ہوئے وہ مسجود

جن اور انس و دونو صورتوں میں خناس ہوتا ہے۔ گمراہ اور فاسق و فاجر اشخاص
 واصل شیطان ہیں۔ مگر لوگ انھیں اپنی اعلیٰ سے ایسا نہیں جانتے۔

خناس کے اقسام ہیں جن اور انسان

ظاہر تو یہ آدمی ہے اور جن پنہان

گر شک ہے تو دیکھو دِلکے اندر دوس

باطن میں تو موجود ہے آنکھوں سے نہان

قوائے انسانی کے اجسام اور اشکال بھی ہیں۔ جب دو زوردار ہوتے ہیں تو عالم خارج میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ غنیمت کی شکل آگ کی اور نفس کی شکل مار کی ہے۔

یہ خوف یہ غصہ یہ عداوت یہ

ہر ایک کی آگ روح ہے اور ایک جسد

موجود بین یہ باطن و خارج میں محبت

ہے مار کوئی گرگ کوئی کوئی اس

کسی بڑگ نے فرمایا ہے کہ ایک پاؤں نفس پر کھ دو سر پاؤں خدا کی ہدایت میں
خود پر سے گدا اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَمَّا مِنْ طُغْيٰی وَ اَشْرَ
الْحَيٰوٰۃِ الدُّنْيَا۔ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاوِیْ
وَاَمَّا مِنْ خَافٍ مَّقَامٍ رَبِّہٖ وَ غٰی النَّفْسِ
عَنِ الْاٰهْوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوِیْ۔
یعنی جس نے سرکشی کی اور حیات دنیا ہی کو اختیار کیا تو اس کا ٹھکانا
دوزخ ہی میں ہے۔ اور جو اپنے رب سے ڈرا اور غوہشات نفسانی کو
چھوڑا۔ تو البتہ اس کا ٹھکانا جنت ہی میں ہے۔

گر نفس سے چھوٹا تو ہے جنت میں قدم
 دنیا میں اُسی کے تو ہیں یہ ظلم و ستم
 گر چاہتا ہے تو غم دنیا سے نجات
 تو چھوڑ غرض اپنی غضب جاہ و حشم

نفس کو مارنے سے آدمی کی عزت دنیا کرتی ہے۔ دشمن بھی دُست ہو جاتے
 ہیں۔ دیکھو جب آدمی مرجاتا ہے اور نفس باقی نہیں رہتا تو دشمن بھی جنازے کو
 اٹھاتے ہیں اور اوسوقت سارے دشمنی کے خیالات جاتے رہتے ہیں۔

گر نفس کو مارا تو ہے دنیا جنت
 دشمن بھی اُٹھاتے ہیں مروں پر میت
 موزمی ہے یہ نفس مارا اس کو پہلے
 یہ سانپ جو مرجائے تو پھر ہے راحت

جس زمانہ میں حضرت آدم اور حوا جنت میں تھے اوس سے عہد طفلی مراد ہے اور وہ شجر جس کے پاس جانے سے ممانعت کی گئی تھی وہ خواہشات نفس میں جب آدم نفس کے دخت کے پاس گئے اور خواہشات نفسانی کا پھل چکھا تو جنت نکالے گئے یعنی جب بچے میں نفس ظاہر ہوا اور خواہشات نفسانی کا جوش و خروش بڑھا تو وہ آرام و راحت اور بے فکری کی زندگی سے کالاکیا بطرح حضرت آدم جنت نکالے گئے۔

دھوکا ہے جو ارمان پہ اگر دم نکلے

شادی ہی سے سو طرح کے ماتم نکلے

شہوات سے پاک ہے جو بچپن غافل

جنت تھی یہی جس سے کہ آدم نکلے

بچہ کو جب لوگ پیار کرتے ہیں اور اوس کو جان سے زیادہ عزیز کہتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نفس امارہ سے بالکل پاک و صاف ہے۔ اور اپنے مبدے سے حال ہی میں جدا ہوا ہے۔ وہ سوا خدا کے اور کسی کو نہیں جانتا۔ اور نہ کسی سے کوئی غرض رکھتا ہے۔ اسی لئے اس کو محنت اور سوال کی حاجت نہیں پڑتی۔ خود لوگ اسکی خدمت اور پرورش کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ دنیائیں موقوف قبل ان تموتوا پر عمل کرتے ہیں اور خلق سے بے غرض ہوجاتے ہیں

اور اپنی خواہشات نفسانی کو چھوڑ کر توکل اور قناعت اختیار کرتے ہیں۔ مگر خود ان کی خدمت کرتے اور ان پر دل و جان سے نثار ہوتے ہیں۔

اللہ ہمیں نفس کے پنچے سے چھوڑائے

شہوات و غضب حرص و تکبر سے بچائے

دنیا کی رہے فکر نہ عقبے کا خیال

بچپن کی جو حالت تھی وہ حالت ہو جائو

نئے مہمان کی سب زیادہ خاطر و تواضع کرتے ہیں۔ اس لئے بچپن سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ قوی وجودی ہو جسکو پرستہ بنیان کر دیا۔

بچے سے ہر اک شخص کو کیون الفت ہے

حالانکہ وہ معذور ہے بے قوت ہے

ہے دور ابھی نفس کی منزل سے بہت

وارو ہے نیا حق سے اس قربت ہے

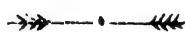
قل اعوذ برب الناس یعنی رب الناس میں جو شیطان سے پناہ کے لئے فرمایا ہے تو اس سے مطلب یہ ہے کہ انسان جامع جمیع مراتب ہے۔ اور اس کا رب بھی رب الارباب ہے۔ شیطان ہر صفت میں نمایاں ہو سکتا ہے مگر اللہ کا مظہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ جامع جمیع صفات ہے اور شیطان صرف صفات شیطانی یا جلالی رکھتا ہے۔

عالم ہے کہین اور کہین اہل تقوا

سایک ہے کہین اور کہین اہل وفا

درویش کہین شاو کہین پیر کہین

ہر شکل میں شیطان کو منسلک کیا



غضب

نار الموقدة التي تطلع على الافئدة یعنی خدا کی آگ بڑی ہو جو لوگوں کو جلا دیتی ہے (رقم ما غضب احد الا شفی علی جہنم جو غضب کرتا ہے وہ جہنم کے کنارے پر ہوتا ہے۔

غصہ ہی تو ہے نا جہنم غافل

وہ آگ غضب کی ہے جلیں جس سوز

گر چاہتا ہے آتش و دوزخ سے نجات

کر سرد اسے رحمت سے سمجھ آپ کو گل

غصہ آتش و دوزخ ہے اور اس آگ کی علامت یہ ہے کہ غصہ کے وقت آدمی کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ سرخی رنگ صاف بتا رہی ہے کہ اندر آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ جب آدمی کو غصہ آتا ہے تو اس کے اطراف عالم مثال یعنی اوسلے محل میں آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور کالے کالے بادلوں میں لال لال بجلیوں کا چمکنا ایک عجیب پر خوف اور ڈراؤنا منظر پیدا کرتا ہے۔

ہے سرخ جو چہرہ تو ہے آتش اندر

سب رحم و کرم جل کے ہیں اب خاکستر

ہے آگ جہنم کی یہ غصہ غافل

بھڑکے گی تو جل جائے گا اندر باہر

اہل غضب کی اصل لگ ہے اور ہر شے اپنی اصل کی طرف راجع ہوتی ہے۔
اس لئے غصہ و شخص کا ٹھکانا و وزخ ہی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اس آتش
و وزخ کو رحم و کرم کے پانی سے ٹھنڈا کرتا رہے۔

ہین مرد جو غصے کو دبا جاتے ہین

نامرد ہین دشمن کو جو کھا جاتے ہین

ہر چیز کا میلان ہے مبدے کی طرف

نارسی ہین یہ فروس مین کیا جاتے ہین

غصہ کے وقت تمام اہل غضب کی روحیں جمع ہو جاتی ہین اور ان مین سے ہر ایک
روح اس پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ جو اس کارروائی مین کامیاب ہو جاتی ہے۔
وہ غصہ و براؤمی کے غصہ کو سگونہ کر دیتی ہے۔ اور یہ بیچارہ اس روح خبیثہ کو
قبضے مین کٹ پتلی کی طرح ہوتا ہے اور وہ جو چاہتی ہے حالت غضب مین اس سے
کرا دیتی ہے۔ عوام الناس اس بات سے بالکل ناواقف ہین۔

انسان ہوا شیطان جو بڑبا غیض و غضب

ہے خوفِ خدا کچھ نہ بزرگون کا ادب

غصے کو بڑھاتی ہیں جو ارواح خبیث

ہٹ جاتے ہیں نزدیک سوجونیک میں سب

جو لوگ غصہ کے روکنے کی عادت نہیں کرتے اور غیض و غضب کو اپنے اوپر قابو دیتے ہیں اون کی تمام روحانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور آخر کار وہ جنت اور دیگر ارواح خبیثہ کے بس میں آ جاتے ہیں۔ اور یہ ارواح اون سے کچھ جرائم اور قتل و خون کرنا چاہتی ہیں کرا دیتی ہیں۔ یہ غصہ و رآومی اون کے ہاتھوں میں ایک گیند ہوتا ہے۔ مگر بخلاف اس کے جو شخص اپنے غصہ پر حاکم ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے سایہ سے جنات اور بھوت بھاگتے ہیں۔

جب سر یہ کسی شخص کے جن آتا ہے

جو چاہے وہ مجبور سے کروا تا ہے

آتے نہیں جنات کبھی اوس کے پاس

اس دیو کو غصے کے جو کھا جاتا ہے

(۹) خیرات اور ہمدردی

مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل
حَبَّةِ اَنْبَتٍ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِیْ کُلِّ سَنْبَلَةٍ مَّائَةٌ
حَبَّةٍ (دق) مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی
جیسے ایک دانہ کجس سے سات بالین پیدا ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔

اللہ کو جو چیز کبھی ہم نے دی

دانہ کی طرح لائی ہزاروں بالی

خیرات میں اک دیتے ہیں سو لیتے ہیں

دیکھی نہیں ہم نے تو تجارت ایسی

اَوْ حَصْنِیْ یَا اللہ کے وظیفہ سے ایک دانہ کس پر رحم کرنا بہت مؤثر ہے۔ چنانچہ
ایک دفعہ میں ہر کہ لا یوحی رحم لا یوحی یعنی جو کوئی رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔

رحمت کی دواؤں کا فقط ایسا ہے اثر

کہ جسم تو رحم حق کا آئے تجھ پر

پڑھتا تو غاروں میں ہے ارحم سوار

بے رحم ہے بے دروہ ہے جیسے پتھر

انسان انس سے مشتق ہے۔ جس شخص میں محبت اور ہمدردی نہیں وہ دراصل انسان نہیں۔ آدمی کی شکل میں حیوان ہے۔ اہل نفس اور اہل غضب مصلح قوم یا رافعہ نہیں ہو سکتے۔ اور لوگوں پر ان کے اقوال و اعمال کا کوئی اثر نہیں۔

انسان ہے وہی جس میں کہ ہمدردی ہے

کام اپنی غرض سے ہے تو نامردی ہے

خیرات کے کاموں میں نہیں جوش و ذرا

مروے ہیں دل و چشم میں کیا سروبی ہے

ومن قتل نفساً بغير نفس او فساداً فی الارض
فکانما قتل الناس جمیعاً و من احیاها فکانما
احیا الناس جمیعاً۔ یعنی جس کسی نے ایک نفس کو بغیر
قصاص کے یا بغرض زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کیا یا اوس نے تمام دنیا کی

آدمیوں کو قتل کیا اور جس نے ایک آدمی کو جلایا یا پرورش کیا۔ اُس نے گویا تمام
 روئے زمین کے آدمیوں کو جلایا اور ان کی پرورش کی (حق) چونکہ تمام عالم جسکو
 انسان کہتے ہیں ایک جسم اور ایک روح ہے۔ اس لئے ہر شے کی خرابی یا آبادی کا
 اثر وہ سب پر پڑتا ہے۔ مصرع۔ بنی آدم اعضائے یکدیگر اند۔

قرآن میں یہ آیا ہے کہ خلق ایک ہے سب

کل پر ہے اثر جب ضرر ہو متاثر جب

جب قتل ہوا کوئی تو سب قتل ہوئے

پالا جو کسی کو تو ہوئے سب کے رب

انسان کے کل اعضا یعنی تمام دنیا کے انسان جسم اور روح کے اعتبار سے
 ایک ہی ہیں۔ ان کی روح اور جسم میں فرق نہیں۔ صرف شکل اور صورت
 اور رنگ کا فرق ہے۔ یہ امور اعتباری اور فرضی ہیں۔ ان کی کوئی اصلیت
 نہیں۔ اس لئے یہ قومی اور مذہبی تعصب اور باہمی نفرت سراسر جہالت اور
 نفسانیت ہے۔ جو لوگ یہ خیالات رکھتے ہیں وہ بالکل نامہذب ہیں
 خواہ وہ اپنے آپ کو کچھ ہی کیوں نہ سمجھیں۔

سب ایک ہیں دنیا کے ہیں۔ جتنے انسان

ہندو ہوں مسلمان ہوں کہ ہوں بے ایمان

یہ فرق مذاہب یہ نباس اور یہ رنگ

عارض ہیں مگر سب کے ہیں یک جسم اور زبان

الحمد لله رب العالمین - یعنی سب تعریف ہے
اس خدا کے لہجہ عالموں کا پالنے والا ہے خداوند تعالیٰ کی شانِ اہمیت
سب کو شامل ہے۔ خواہ وہ کافر ہو یا مومن۔ رو بہ ہی جگہ قرآن شریف میں
فرمایا گیا ہے کہ رحمتی وسعت کل شیء - یعنی میری
رحمت نے سب کو گھیر لیا ہے۔ یعنی کافر اور مومن سب اس کی رحمت میں فرق
ہیں۔ اس لئے خیرات اور ہمدردی بغیر کسی قومیت اور مذہب کے لحاظ سے ہونی
چاہیے۔ درذخیرات میں بھی نفسانیت کا دخل ہو جائے گا جو مضر خیر ہے۔

دے کافر و مومن کو برابر خیرات

شانین ہیں اسی ایک کی یہ دن اور رات

منکر کا بھی رب ہے وہی اور مومن کا

پھر تجھ کو تعصب یہ حماقت کی ہے بات

ہر آدمی میں فطرتاً مظلوم کے ساتھ ہمدردی کا مادہ ہے۔ ہمارے مین جب کوئی شخص کسی کو مظلوم آدمی کو روئے لگتا ہے۔ تو ہر شخص مظلوم کی طرف داری پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کو ظالم کے پنجے سے چھوڑتا ہے۔ اسکا اصلی سبب یہی ہے کہ تمام افراد انسان ایک ہی روح ہیں۔

اک جسم ہے یہ تمام عالم بخدا

صدرمہ ہو فلک کو تو زمین کو لرزا

ہمدردی مظلوم ہے سب کو معلوم

مگر ظلم کسی پر ہو تو کل پر گویا

(۱۰) اسرار قرآن

قرآن مجید کے سات معنی ہیں۔ لفظی معنی کو علمائے ظواہر جانتے ہیں اور باطنی

مسنی سے اولیاء اللہ واقف ہیں۔ غرض کہ ہر مرتبہ اور ہر مقام کا آدمی انھیں الفاظ قرآنی سے مختلف معنی سمجھتا ہے۔ بلکہ باطن کے فرعون سے مراد نفس ہے اور بارون سے عقل اور موسیٰ سے قلب۔ نفس قلب کو رہانا چاہتا ہے اور قلب عقل کی مدد سے اس کے پنجے سے رہائی پاتا ہے۔

قرآن کو سمجھتے ہیں جو ہیں مرد حکیم

الفاظ پر ستون کو نہیں عقل سلیم

فرعون ہے یہ نفس تو بارون ہے عقل

موسیٰ جسے کہتے ہیں وہ ہے قلب عظیم

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ فلق کے معنی درجہ کو ہیں اور درجہ سی مراد توحید ہے اور رات سی مراد غیرت اور دولی ہے۔ جب غیرت ٹوٹ گئی تو دن نمودار ہوا اور سب اشیاء عالم نورین ڈوب گئیں۔ متعلم و صفتین عبد و ممبر و کافر ق جاننا رہا اور وہی ایک ہستی مطلق باقی رہ گئی۔

کہتے ہیں فلق کسکو سمجھہ کچھ تو وزرا

ہے نور سحر رات کے رخ سے پیدا

سہ ماہ و معبودین حامل یہ دولی

جب انجے گپ پروہ تو ہوا وصل خدا

لفظ اللہ میں الف سے اشارہ مرتبہ احدیت ذاتی کی طرف ہے اور اس مرتبہ
لا تعین سے کوئی بحث نہیں الف کے بعد لام ہے جس سے مراد الوہیت
ہے جو مرتبہ صفات ہے۔ اور اسی مرتبہ سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کے
بعد لا ہے جس کے معنی نفی لے ہیں یعنی پھر صفات کی نفی کی جاتی ہے۔ اور
اس کے بعد ہ ہے جس سے مراد عمومیت احدیت ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے
کہ پہلے ذات مرتبہ تعین میں اترتی ہے اور پھر تعینات کے دور کرنے سے
مرتبہ احدیت میں پہنچتی ہے۔ اور یہ سب مراتب ایک لفظ اللہ میں مندرج ہیں۔
یعنی مرتبہ ذات اور صفات ایک ہی شے واحد ہے۔

اللہ میں ہے بعد الف لام اور لا

ان دونوں کے رمز اور اشارے ہیں جدا

ہے لام الوہیت کا جس میں ہیں صفات

اور لاے نفی سے پھر تعین میں فنا

لفظ اللہ میں سب سے پہلے الف ہے۔ اور آخر میں لام ہے۔ الف احدیث اور
 ہوتیت کا ہے اور یہ دونوں مرتبہ ایک ہیں۔ در بیان میں لام نہ بیت کا آیا کہ
 اور در مرتبہ صفات ہے۔ احدیث سے صفات ظاہر ہوئے۔ پھر وہی صفات
 ہوتیت کی طرف لوٹ گئے۔ اول بھی وہی ذات ہے اور آخر میں بھی وہی ذات
 ہے اور در بیان میں جو صفات میں وہ اعتباری ہیں۔ الغرض اسی ایک ذات کی
 عالم نکلا ہے۔ اور اسی میں پھر لوٹ جاتا ہے۔ اور یہ سچ اور مؤثر لفظ
 روح میں۔

اللہ میں اک الف ہے پہلے آیا

ہے احدیث ذات کا اس سے ایما

آخر میں ہے پھر مرتبہ

اول وہی آخر وہی سن و خرد

قل میں جو قاف ہے اس سے دو قلم وحدت ہے اور لام سے مراد ملائے
 نفی ہے یعنی صفات عالم سب قلم وحدت میں فنا ہیں جیسے قطرے دریا میں وہاں وہاں
 اور صفات میں غیر اعتباری بھی باقی نہیں باقی اور اللہ میں جو اس کو مراد یہ کہ تمام صفات
 اللہ ذات مطلق کے ہیں۔ جس کو مرتبہ ہوتیت کہتے ہیں۔

قل میں ہے جو قاف اس سے قلم ہے مراد

اور لام سے ہے لائے نفی اعداد

ہو جو ہے ہو میں ہو ہیت ذات کی ہے

اللہ میں ہیں جملہ صفات

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لم یلد اس لئے کسی کو نہیں بنا۔ قرآن شریف کی کمال فصاحت و بلاغت یہ ہے کہ یہاں ایک ہی لفظ میں مفہوم اور مثال دو نو موجود ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے خلق کو اس طرح پیدا نہیں کیا جیسے کوئی ماں باپ بچے کو پیدا کرتے ہیں۔ یعنی خدا اور خلق میں وہ نسبت نہیں ہے جو باپ اور بیٹے میں ہے۔ بلکہ خدا خلق کا ظاہر اور باطن و دونوں ہی۔ ذات سے صفات کا انفکاک اور علیحدگی محال ہے۔ خدا ایسا نہیں ہے کہ باپ کا وجود نہ ہو اور بیٹا قائم رہے۔ یعنی خدا نہ ہو اور خلق موجود رہے۔ مخلوق کی ہستی خدا کی ہستی ہے اور صفات بھی اسی کے ہیں خلق کا وجود صرف اعتباری اور وہی ہے۔

مرنے سے نہیں باپ کے مرتا بیٹا

ہے باپ کا جسم اور بیٹے کا جدا

نسبت یہ نہیں خلق و خدا میں ہرگز

بالذات ہے وہ اور یہ عالم دھوکا

خداوند تعالیٰ کا وجود یقینی اور خلق کا وجود ذہنی اور اعتباری ہے جو شے نفسِ حق
اور وہی ہو وہ دراصل معدوم ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر شے کی کوئی علیحدہ علت
نہیں بلکہ وہ عین شے ہے جیسے خندہ یا مکمل کہ اون سے مرکب ہے اور دراصل
اون ہی ایک خاص حیثیت سے موجود ہے۔ مگر ایک خاص صورت کا نام خندہ ہے
جو اون پر طاری ہے۔ وہ کسی کا باپ نہیں یعنی کسی شے کی علت علیحدہ نہیں
جیسا کہ نضارا اور دیگر مذاہب باطلہ خیال کرتے ہیں کہ خدا ایک علیحدہ وجود ہے
اور خلق ایک علیحدہ۔ یہ بالکل غلط اور شرک محض ہے۔

کہ فہم کہ لم یلد سے کیا ہے مقصد

جننا وہ نہیں جیسے کہ والد سے ولد

علت وہی کامل ہے وہی اصل وجود

بے اون کے پایا نہیں جاتا ہے نہ

تعلیم و تربیت

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ یعنی پناہ لیتا ہوں میں روشنی با علم کے
رب میں علم نور ہے اور جہالت تاریکی۔

سمجھا بھی ہے کیا رب فلق سے ہر مراد

ہے کسب علوم کا یہاں پر ارشاد

کہتے ہیں فلق جس کو وہ ہے صبح کا نور

اور نور ہے علم جو بل ظلمات نرزاؤ

مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ پناہ مانگتا ہوں میں شر سے اور ان عورتوں کے
جو گانٹھوں میں پھونکتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قوائے نفسانی جو عورتوں کی
طرح میں قوائے روحانی پر جو مرد کی طرح ہیں جادو کر دیتی ہیں اور ان کو اپنے
قابلوں میں کر لیتی ہیں اور اس طرح آدمی کو روحانی ترقی سے باز رکھتی ہیں۔

کر فہم نفث سے کیا ہے مطلب اسجا

اور پھونکتی گانٹھوں میں میں دم کون بتا

یہ عورتیں ہیں قوائے طبعی نادان

بس میں ہیں انھیں کے روح اعلیٰ کے قومی

مِنْ نَفْسٍ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدًا - پناہ مانگتا ہوں میں حاسد کو
شر سے جب وہ حسد کرے۔ جب آدمی روحانی ترقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے
تو نفسِ شیطانی کو اس پر حسد ہوتا ہے۔

حاسد ہے یہاں کون حسد کیا ہے بتا

حاسد ہے یہی نفس ترا سوچ و ذرا

ہوتے ہیں جو ہم خدا کی جانب راغب

ہو تا دلِ شیطان میں حسد ہے پیدا

دنیا ایک عجیب تھلکہ کا مقام ہے۔ یہاں علم اور استادیہ کی از حد ضرورت ہے
جو کسی پر پافنگ سے بیعت نہیں کرتے وہ اکثر ضلالت اور وبال دنیا میں گرفتار
ہو جاتے ہیں۔ علوم ظاہری شیطانِ نفس کے پنجے سے بچا نہیں سکتے۔ اسلئے
ہر شخص کو علومِ باطن کی تعلیم بھی ضروری ہے۔

دنیا جسے کہتے ہیں وہ ہے بحر عمیق

ہے بال سے باریک صراط تحقیق

ہشیار۔ کہ ہر گام ہے گرد آبِ بلا

خطرہ ہے اگر ساتھ نہیں پیرِ طریق

العلم نکتۃ یعنی علم ایک ہی نکتہ وحدت ہے۔ جس کسی کو توحید نصیب ہوئی اسکو تمام ظاہری اور باطنی علوم کے خزانوں کی کنجی ہاتھ آتی۔ دنیوی علوم کے حصول سے نجات نہیں مل سکتی بلکہ یہی علوم خدا سے حجاب ہو جاتے ہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے۔
 العلم حجاب الاکثر یعنی دنیوی علوم خدا کے درمیان پر وہ ہو جاتے ہیں اور لوگ اون کی وجہ سے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ آخر میں یہی علوم وبال جان ہوتے ہیں

بی اے ہوئے ایم اے ہو اور ایل ایل ڈی

طب اور وکالت کی سند بھی جو ملی

بے علم خدا جہل میں سب علم و ہنر

علموں کے خزانوں کی ہے وحدت کنجی

یہ علوم و فنون بھی بغیر توحید اور علم الہی کے ایک قسم کا جہل ہے۔۔۔ روح پر مرنے کے بعد یہی علوم باہم بن گئے۔ قرآن شریف اور توحید معرفت الہی کے لئے کافی ہے اور بغیر خدا کی معرفت کے تمام علوم و فنون بے کار غرض ہیں۔ ان سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

کہتے ہیں جسے علم نہیں جہل سے کم

ہے بار کتب اتنا کہ ہے پشت بھی خم

کافی ہے ہمیں ایک کتاب توحید

حاصل جو ہوئی یہ تو ملا جامِ حسم

اس زمانہ کے مدارس میں صرف مادی تعلیم دینی جاتی ہے روحانی تعلیم کے سلسلہ کا نشان بھی نہیں جو لوگ مدارس سے پڑھ کے نکلتے ہیں وہ علم آخرت سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں اور وہ دنیا کو لئے اکثر خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ مقصود تعلیم اخلاق الہی کا استحصا ل تھا۔ مگر وہ دنیا و مافیہ کے خیالات لیکر سوسائٹی میں آتے ہیں اور روحانیت کے عوض نفسانیت کی اشاعت کرتے ہیں۔

تعلیم مدارس پہ جو کرتے ہیں نظر

پاتے نہیں کچھ علم الہی کی خبر

غایت ہے یہی علم کی حق کو پائین

گروہ نہ ملا بیچ ہے سب علم و ہنر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ اور تم اپنے اندر کیوں نہیں دیکھتے۔ افسوس ہے کہ لوگ جمادات اور حیوانات کا تو علم حاصل کرتے ہیں اور اپنے علم اور معرفت سے بے خبر رہتے ہیں۔ اسفل چیزوں میں فاضل کر کے بنیں اور اعلیٰ معلومات سے بھاگتے ہیں۔ ان کی مثال اس دیوانہ شخص کی ہے کہ جو گھر میں تو بے انتہا دولت رکھتا ہوا رویرا زون میں خزانہ ڈھونڈتا پھرے۔

عالم تو بین لیکن نہیں کچھ اپنی خبر

معلوم نہیں کیا ہے ہمارے اندر

اپنے سے تو یہ جہل ہے لا علمی ہے

ہے ظلم جمادی و نباتی اکثر

خدا کے سوا اور کسی کا وجود نہیں مگر کوئی شخص کسی چیز کو موجود سمجھتا ہے۔ تو اس کا یہ خیال باطل ہے۔ ۱۔ باطل کا علم بھی باطل ہے۔ اس واسطے جو کچھ علم اشیاء عالم کا

حاصل کیا جاتا ہے وہ علم دراصل پہل ہے۔ لیکن اگر توحید یعنی خدا کا علم حاصل کیا جائے تو القہر اور مصلیٰ اور تحقیق اور نفس الامری ہے۔

کیا فائدہ اگر تو نے کتابیں چائیں
حاصل وہ ہوا تجھ کو کہ دراصل نہیں

بے اصل کا یہ علم بھی باطل ہے محب

توحید نہ سیکھی کہ جو ہے علم یقین

موت و حیات

النَّوْمُ أَخْوَالُ الْمَوْتِ (ح) سونا مرنے کا بجائی ہے۔ یعنی خواب چھوٹی موت
خواب راحت ہے جو تمام کلفت جسم کو دور کر دیتی ہے۔ دن بھر کی تکان کے بعد سونا
مردم ہے۔ اس طرح زندگی کی غنوں اور کشش کے بعد موت بھی لازمی ہے۔ جس سے
عمر بھر کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ موت کا خوف ایسا ہے جیسے کوئی سونے کا دروازہ کوئی نہ دیکھے

کیون موت سے ڈرتا ہے جو ہے عین سرو

سوتا ہوا راحت میں ہے اور بچ سے دور

یہ موت ہے خواب کا برابر نادان

اس زیست کی کلفت سے بھی راحت ہو ضرور

وَنَفَخَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي - (حق) آدم کے قالب میں بیٹے اپنی
روح پھونکی ہے۔ اس صورت میں روح ازلی اور ابدی ہے۔ البتہ قالب بدلتا
رہتا ہے۔ انسان خدا کا مظہر ہے تو انسان بھی ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔
اس کو کوئی فنا نہیں صرف ترکیب جسمانی بگڑ جاتی ہے۔ اور روح اور کوئی لباس بھیتی
ہے۔ لباس کے بدلنے کو موت و حیات کہتے ہیں۔

قالب کا بدلنا ہے یہ مرنا جینا

ارواح کو واللہ نہیں کوئی فنا

اللہ کا مظہر ہے جو انسان محب

پھر کیون نہ ہو دائم کی طرح اسکو بقا

انسان کے سات قالب ہیں جو سات مختلف عالموں میں موجود ہیں۔ سب سر
کثیف قالب اس عالم ناسوت کا ہے اور اسی کو ہم جانتے ہیں۔ یہ قالب روح نکل

جانے کے بعد بے حس اور بیکار ہو جاتا ہے مگر روح کے دوسرے قالب بحینہ موجود رہتے ہیں اور وہ دوسرے عالموں میں بار بار کام کرتی ہے جیسے تیسری یا تہائی اپنے قالب کو چھوڑ کر اور جاتی ہے یا سانپ اپنی کھلی چھوڑ دیتا ہے اسی طرح روح بھی مرنے کے بعد اپنے اس قالب کو ترک کر دیتی ہے اور یہ قالب جن اجزائے بنا تھا پھر انھیں مین سٹرگل کر مل جاتا ہے۔

کچھ ایک ہنرین اس کے تو بہین سات وجود

ہر عالم بالامین ہے انسان موجود

سمجھا ہے اسی قالب خاکی کو ”مین“

ہوتا ہے پس از مرگ یہ فانی مفقود

یہ دنیا بھی ایک خواب ہے۔ اور جو اس میں گرفتار ہیں وہ خواب مہین مہین بنی مرنے کے بعد انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم سوتے تھے اور ایک خواب پریشان دیکھ رہے تھے۔ جس کو ہم بیداری جانتے ہیں وہ بھی غفلت ہے۔ جو ادھر بیدار ہے وہ عالم آخرت سے غافل ہے۔ اور جو ادھر بیدار ہے وہ دنیا سے غافل ہے۔ الغرض روح جس طرف متوجہ رہتی ہے تو اسی طرف اُس کی بیداری بھی جاتی ہے۔

دنیا میں جو مصروف ہیں وہ سوتے ہیں

یہ عمر عزیز اپنی محبت کھوتے ہیں

جب موت انھیں خواب سے چوکاتی ہے

ملتے کفِ افسوس ہیں اور روتے ہیں

اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوتُوْنَ - یعنی دوستانِ خدا نہیں مرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو زندہ جاوید ہیں۔ شعر

تو کبھی بقا اس کی جب اس کے آشنا ہیری کبھی اس گھر میں آنکھ کبھی اُس گھر میں جا ہیری
اور جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَقُولُوا الْمَيِّتُ يَفْتَلِفُ
بِمَبْطِلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءُ وَلَا تَكُنْ اِلَّا شَعْرُوْنَ۔

یعنی نہ کہہ اؤں لوگوں کو جو خدا کی راہ میں قتل ہوئے مرنے والے بلکہ وہ زندہ ہیں
مگر تم نہیں جانتے۔

کیا غور سے قرآن کبھی تم نے پڑھا

طوطے کی طرح یا کہ ہے ہر روز رٹا

مرتے نہیں اللہ کے جو عاشق ہیں
ہیں زندہ حب اوید مجبان خدا

(۱۳) بعث و نشر

بعث و نشر اور دور و دروز پر ولائل قوی موجود ہیں اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی والدین کے مختلف المزاج بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس اختلاف کا سبب قابلیات مختلفہ کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہوتا اور قابلیات عمل سابقہ یعنی زندگی گزشتہ کے نتیجہ ہیں۔

اطفال کے اخلاق پہ کر غور ذرا

ہر طفل براور سے ہر خلقت میں جدا

گر جھوٹ ہے بعث پھر یہ ہوتا کیون ہر

شیطان سے ولی ولی سر شیطان پیدا

وَكُنْتُمْ أَمْوَئًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُونَ۔ یعنی تم مروے تھے ہمنے تمکو زندہ کیا پھر مارا پھر جلایا پھر سڑک
طرف تم لوٹا کے۔ موت کے بعد ہم نے تمہیں اٹھایا شاید تم شکر کرو۔ اس آیت سے
بعث و نشر کی تکرار ثابت ہے۔

یہ شریہ نشر آزمانا کیا ہے

مردون کو قبور سے اٹھانا کیا ہے

مر کر جو نہ ہم جہان میں پھرتے ہیں

قرآن میں یہ مار کر جلانا کیا ہے

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ فِيهَا نَعْيِدْكُمْ وَفِيهَا يُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

(قرآن) یعنی اس میں سے پیدا کیا ہم نے تم کو اور پھر اسی میں ہم تمہیں لوٹا دیتے
ہیں اور اسی سے پھر ہم تمہیں نکالتے ہیں (جب تک خداوند تعالیٰ کا عرفان نصیب
نہیں ہوتا آدمی اسی آواگون کی چکر میں پڑا رہتا ہے)

مر مر کے پھر آتا ہے غضب کی آفت

مشرک کی جہان بھر سے بری ہو قسمت

چھٹا ہی نہیں سوت کے چکر سے کبھی
جب تک کہ نہ حاصل ہو مقام وحدت۔

مَا نَسَخْنَا مِنْ آيَةٍ أَوْ نَذَرْنَا أَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ لَهَا
دَقًّا نَحْنُ كَالَّذِينَ نَحْنُ كَالَّذِينَ نَحْنُ كَالَّذِينَ نَحْنُ كَالَّذِينَ
يَا اس کے مثل نسخ اور تبدیل قرآن سے ثابت ہے۔ جب اخلاق سے چہرہ بدل
جاتا ہے تو کل جسم بھی بدل سکتا ہے۔ تناسخ کے اصلی معنی نسخ کے ہیں یعنی ایک
قالب کا بگڑ کر دوسرا قالب بنا۔ یعنی ایک قالب سے روح کا دوسرے قالب میں
جانا۔ خواہ یہ آنکھ یا نافری ہو جیسا کہ ایک ہندو کا فرقہ کہتا ہے یا بعد موت کے ایک
عرصہ دراز کے بعد ہو جسکی خبر قرآن شریف اور احادیث نبوی دیتی ہیں۔

کیون منسوخ و تناسخ سے ہے انکار اکثر
عالم میں بدلتی ہے ہر اک شے پیکر

کل جسم یہ کیونکر نہ اثر ہو لے لگا

ہوتا ہے جو اعمال کا چہرے پہ اثر

خداوند تعالیٰ حکیم اور قدیر و دانہ ہے۔ اسکی قدرت حکمت کے ساتھ ہے۔ لوگ
بعض اوقات خدا کی حکمت کا خیال چھوڑ کر گفتگو کرتے ہیں اور قانون قدرت کے

خلاف باور کرتے ہیں حالانکہ قانون قدرت کے خلاف کرنا حکمت سے خارج ہے
عام قانون یہ ہے کہ آدمی مان کے پیٹ کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ فعل حکمت کے
موافق ہے۔ اگر خدا کسی کو قبر میں سے اٹھا کر کہہ کر دے تو یہ حکمت کے خلاف
ہے۔ اور ایسی صورت میں اسم حکیم کا فعل موغل ہو جائے گا۔ جب کبھی ممکن نہیں۔ یعنی
گو خداوند تعالیٰ ایک مردے کو قبر میں سے اٹھا کر کہہ کر دے کی قدرت رکھتا ہے
مگر وہ اپنی حکمت اور قانون قدرت کے خلاف نہیں کرتا۔ اونٹ سوئی کے ناکہ
میں سے نکل جائے گا۔ تو اس وقت یا تو سوئی کا ناکہ چار کمان کی محراب کے برابر ہو گا
یا اونٹ اس قدر چھوٹا ہو گا جو سوئی کے ناکہ میں سے گزر جائے۔ یہ محال ہے کہ سوئی کا
ناکہ بھی اس قدر چھوٹا ہو اور اونٹ بھی اس قدر بڑا رہے اور پھر وہ ناکہ میں سے ہو کر گزر جائے۔
جو لوگ ایسی باتیں سوچا کرتے ہیں وہ خداوند تعالیٰ کے حکیم ہونے کا خیال نہیں رکھتے
قیامت صغریٰ یہی ہے کہ آدمی مر کر پھر ان کے پیٹ سے اس دنیا میں پیدا ہوتا ہو
اور یہی آواگون حشر و نشر ہے۔

قادر بھی ہے اللہ مصور بھی حکیم
گفتا ہے کہین بیج سے بیری کے بھی نیم
قبرین میں شکم ان کی سمجھ اے نادان
دیکھہ آنکھوں سے یہ حشر اگر تو ہے فہیم
فلینظر الانسان مما خلقه خلق من ماء

دَافِقٍ مِّنْ رَّجٍ مِّنْ بَيْنِ الصَّلْبِ وَالتَّرَائِبِ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ۔ ترجمہ چاہئے دیکھئے کہ آدمی کس چیز سے بنا ہے۔ وہ ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے بنا ہے جو ریڑھ اور چھاتیوں کے بیچ سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اس کے پھیر لانے پر قادر ہے۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ مردے مان کی شکم سے حسب قانون فطرت پھر پیدا ہوں گے۔ اس بات پر کہ حشر اسی عالم ناموت یعنی دنیا میں ہوگا یہ آیت قرآن و دلیل ہے۔ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا الْبُعْثُرَ قَالُوْا اَلْقُبُوْرُ۔ یعنی کیا نہیں جانتے کہ ایک وقت قبروں سے اٹھائے جائیں گے قبرین عالم ناموت میں ہوں۔ تو حشر بھی اسی عالم میں واقع ہوگا۔

کیا حشر کے معنی میں سمجھاے ناوان

اٹھینگے وہ قبروں سے ہی ناطق قرآن

ثابت ہے کہ ناموت میں حشر ہو دیکھا

جو مر گئے پھر آئینگے بے شبہ یہاں۔

دنیا کی بے ثباتی

دنیا سے نہ کچھ ساتھ لانا ہی نہ لیجاتا ہے اور دولت کو جمع کرنے سے اور چھوڑ جانے سے عزیز و اقارب کو خوشی ہوتی ہے محنت تمام ادا کرنے کی اور مرے دو سرور دن لے کر اٹھائے۔

دنیا سے کوئی چیز نہ لے جاتا ہے
 یہ جسم بھی مٹی ہی کو دے جاتا ہے
 یہ مختلین انباریہ دولت کے ہیں کیون
 خوش سب ہیں جو تو جہان سے جاتا ہے

ہر سانس کے ساتھ ایک عالم پیدا ہوتا اور دوسرا فنا ہوتا ہے یعنی تغیر عالم اس رحمت کے ساتھ
 ہو رہا ہے کہ تیزی رفتار کی وجہ سے وہ قایم معلوم ہوتا ہے اور یہ صرف نظر کا دھوکا ہی بخود
 امثال کو سب مانتے ہیں مگر چونکہ آدمی کی توجہ دنیا کے کاروبار میں مصروف رہتی ہے۔ اس لیے اس کو
 یہ مورخہ محسوس نہیں ہوتا گویا کہ آنکھیں تو ہیں مگر ان میں ان بات کو دیکھنے کی بصیرت نہیں۔

ہر آن تغیر ہے تبدل ہے یہاں
 رہتا نہیں اک حال پہ قائم یہ جہاں
 ہوتے نہیں غافل کو حوادث محسوس
 آنکھیں تو ہیں موجود بصیرت ہے کہاں

شادی اور غمی امور اضافی ہیں۔ ورنہ خارج مین انکا کوئی وجود محقق نہیں۔ عزیز کے
 مرنے سے ایک آدمی گورنج ہوتا ہے۔ مگر قبر کن مردہ شو کو خوشی ہوتی ہے۔ اس لیے

ہر رنج اور خوشی کو صرف ہمارے ہی خیال اور دہم پیدا کرتے ہیں اور ہمیں اس سے
متاثر ہوتے ہیں۔

ہر آن بدلتے ہیں جہان کے احوال

شادی ہے کبھی اور کبھی رنج و ملال

گر غور سے دیکھو تو نہ شادی ہے نہ غم

جو کچھ نظر آتا ہے وہ ہے وہم و خیال

قناعت اصلی غنا ہے۔ مال و دولت سے غنا حاصل نہیں ہوتا صاحب مال
اکثر حرص کی وجہ سے محتاج پائے جاتے ہیں۔ ترقی ملی وجاہ کی فکر میں
لوگوں کی غلامی کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس قدر روپیہ ہے
کہ ان کی سات پشتوں کے خرچ کو بھی کافی ہے مگر اپنی طمع اور حرص کی
وجہ سے وہ گداؤں سے بدتر ہیں۔

دنیا کی بہت ہم نے تو حالت دیکھی

لیکن نہ کسی دل میں فراغت دیکھی

زر سے نہیں ہوتا ہے کوئی شخص غنی

ہم نے تو قناعت سی نہ دولت دیکھی

لوگ مال و جاہ اور حکومت پر غور کرتے ہیں۔ مگر یہ عارضی چیزیں ہیں سوان کا تئیر اور تبدل ضروری ہے۔ جب یہ مراتب دنیوی ہاتھ سے چلے جاتے ہیں۔ تو اس وقت وہ بیدار ہوتے ہیں۔ اور جن چیزوں پر غور نہ تھا انکی ناپائیداری ثابت ہوتی ہے۔

ہر آن بدلتے ہیں فلک اور زمین

جو دوست تھا کل آج ہو وہ صاحب کین

مضبوط مکانون پہ حکومت پہ تعادل

جب خواب سے چونکی تو مکان تجھ نہ مکین

دنیا داروں کی حالت

خلقت انسانی کی غایت اور عرض اتنی ہی ہے کہ وہ دنیا میں اگر حق کو پہچانے

کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ من اعمیٰ فی ہذہ فہو اعمیٰ
فی الآخرۃ - یعنی جو کوئی شخص یہاں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا
رہے گا۔ خدا کی شناخت کی جگہ دنیا ہے۔ جب اس کو یہاں نہ پہچانا تو آخرت
میں بھی نہ پہچانے گا۔ سمادات کو چلی سے مثال دی ہے جس میں دانہ پتاہر
یعنی ناحق اس دنیا کی تکلیفات برواشت کی اور مقصد اعلیٰ حاصل نہ ہوا۔

دولت کی اُسے حرص حکومت کی اُسے

آرام کہان اسکو کہ ہے حرص جسے

دنیا میں جو آئے تھے تو حق کو پاتے

ناحق یہ سمادات کی چکی میں پسے

اس زمانہ میں صرف تکلیفات کا نام تہذیب ہے۔ برخلاف زمانہ قدیم کے کہ
عہدہ اخلاق اور اچھے عادات کا نام تہذیب تھا۔ اگر کسی کے جسم میں کوٹ او
پتلون اور گھر میں میز کرسی موجود ہے تو وہ جنگلیں یعنی مذہب آدمی ہے
گوڈا کو اور چور ہی کیوں نہ ہو یہ غرت اور دولت۔ شائستگی اور غیر شائستگی
وہی اور فرضی امور ہیں جو انسان کو بجز تکلیف اور کوفت کے اور کچھ نہیں دیتی
خدا کے پاس یہ سب مفروضات انسانی لاشے محض ہیں۔

تہذیب تکلف ہی کو سمجھے نادان

پیسہ جو نہیں پاس تو بہن سرگردان

بے کوٹ کر تیلون کے عزت ہی نہیں

یہ عزت و ذلت ہے فقط وہم و گمان

پوشاک اور لباس عارضی امور ہیں اور علم و ہنر ذاتی اشیاء ہیں اہل علم اگر لنگوٹی باندھیں تو وہ فیشن ہو جاتا ہے اور بے علم اور بے ہنر آدمی اگر شاہی لباس بھی پہنے تو وہ بے قدر ہو جاتا ہے۔ فیشن لائق لوگوں کا لباس ہی ہوتا ہے۔ خواہ پاجامہ ہو یا تیلون۔ لباس بدلنے سے کوئی شخص لائق نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ لباس ہی اس کے استعمال سے ناپید ہو جاتا ہے۔

ننگے رہیں یا ایک لنگوٹی باندھیں

گر علم و ہنر ہے تو بہن سب کی آنکھیں

اخلاق کی اعمال کی عزت ہے محبت

بے قدر ہیں آتا نہیں کچھ علم جنہیں

جب آدمی مرتا ہے۔ تو صرف یہ جسم جو ایک قسم کا اور کوٹ ہے دور ہو جاتا ہے
باقی اور کسی قوائے اور اکی اور عقلی اور روحانی میں کوئی فتور نہیں آتا۔ ہر شخص
کی آخرت کی نسبت اس کے اعمال سے پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ وہ مرنے
کے بعد کس حالت میں رہے گا۔ مثلاً جو شخص زندگی میں عبادت الہی میں
مصروف رہتا ہے۔ وہ مرنے کے بعد بھی اسی شغل میں مشغول رہے گا۔
اور وہ ان بھی بڑے بڑے علمائے زمانہ سے جو مر گئے ہیں علم الہی حاصل
کرے گا جو گلے بجالانے یا تصویر کشی کے شغل میں رہتا ہے۔ وہ بعد
موت بھی انہیں اشتغال میں رہے گا۔

سب فکر میں دنیا ہی کے ڈوبی ہیں یہاں

سمجھے میں یہی ایک ہے خلقت میں جہاں

معلوم ہے ہم مر کے کہاں جائیں گے

اعمال میں یہ مترل آخر کے نشان

دنیا ایک میلایا بازار ہے جہاں انسان معرفت حق حاصل کرنے کے لئے آتا ہے
مگر نفس اسکو بیکار چیزوں کے حصول میں لگا دیتا ہے اور اصلی شے یعنی معرفت
حق کے احساس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی تلاش نہیں کرتا۔ آخر کار مرنیکے بعد
کف افسوس ملتا ہے اور پھر دنیا میں پیدا ہونا چاہتا ہے۔

افسوس تہیست وہ میلے سے چلا

لینے جسے آیا تھا وہ اسکو نہ ملا

جو کچھ کہ کما یا تھا اسے ہاں وہ یمنین

اور لے گیا دنیا سے فقط رنج و بلا

افلاس اور امارت

افلاس اور امارت امور اضافی ہیں۔ یعنی خارج میں ان کا جو وجود تحقق نہیں۔ باہر مقابلہ
ایک نسبت پیدا ہوتی ہے جسکو افلاس یا امارت کہتے ہیں۔ ہر امیر دوسرے امیر
اسلان کے مقابلہ میں غریب ہے اور ہر فقیر دوسرے مفلس سخت کے مقابلہ میں
امیر ہے۔ محض افلاس یا محض امارت پائی نہیں جاتی۔ اس لئے ہر شخص اپنے
نیچے طبقے کے لحاظ سے امیر ہے اور اوپر کے طبقے کے اعتبار سے غریب ہے

افلاس و امارت میں اضافی دونو

باہم کے تقابل سے میں احوال یہ دو

مطلق نہ امارت ہے نہ مطلق افلاس

دونوں میں عدم نسبت وہی ہے گو

مال اور دولت آدمی کے ذاتی اوصاف نہیں۔ صرف عارضی امتیاد غیر ذاتی چیزیں ہیں۔ ان پر فخر اور مباحات نہایت ہی درجہ کی کم عقلی ہے۔ سونے پر سونے کو فخر کرنا زیبا ہے کہ اس کی قیمت ذاتی ہے۔ انسان اس پر فخر نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کے پاس سے چلا جاتا ہے۔ صرف اس کے پاس ہونے کا فخر حاققت ہے۔ امیر لوگ اسی طرح علم و عمل کے محتاج ہیں جس طرح کہ ایک غریب آدمی روپیہ پیسہ کا محتاج ہے۔

مفلس کو سمجھتا ہے بُرا کیون یہ امیر

کس بات میں وہ کبیر اور یہ ہے صغیر

یہ دولت و مال سب عوارض میں محبت

ذاتی نہیں گرو صفتو ہے وہ بھی فقیر

امیر کی حالت سے غریب کی حالت بہتر ہے۔ کیونکہ امیرون کو اپنی امارت اور دولت پر بہرہ رسہ اور بل ہوتا ہے اور مفلس کو رزاق پر بہرہ رسہ ہوتا ہے۔ اور جس حال میں خدا پر بہرہ رسہ ہو وہ حالت بہتر ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غریبوں اور مفلسوں کو خدا سے قرب ہو جاتا ہے اور امیرون کو اس سے بعد۔

دولت پہ بھروسہ ہے امیرون کو اگر

پھر ان سے تو مفلس کی ہے حالت بہتر

سامان تکبر ہے امیری نادان

افلاس میں رزاق پہ ہوتی ہے نظر

افلاس اور امارت حالات یا اوصاف متضادہ اور سامانے متقابلہ میں جنگ دنیا میں غریب نہ ہوں امیرون کا وجود مفقود ہے۔ جب تک کہ کوئی صاحبِ لاد نہ ہو باپ نہیں کہلاتا ہے۔ یا جب تک رعایا نہ ہو بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ امارت کا

وجودِ افلاس پر منحصر ہے۔ اس لئے امرا کو فقیروں کے ساتھ سلوک اور حسن
عزوری ہے۔

باقی دنیا جہان میں رہے گر کوئی گدا
پھر تو نہ لگے کہیں امارت کا پتا

دم سے بین فقیر مرنے یہ دنیا میں امیر
لازم ہے کرین گدا کا بھی شکر ادا

قناعت ہی غنا ہے۔ مال و دولت سے تو نگری اور غنا حاصل نہیں ہوتی۔
بہت سے ایسے اشخاص دنیا میں موجود ہیں جو قناعت اختیار کرنے اور
حرص و طمع کے چودڑ دینے سے آسودہ اور بے پروا ہیں وہ بادشاہ کی بھی
کوئی ہستی نہیں جانتے۔ اور بہت سے ایسے آدمی ہیں جو مال و دولت کو دنیا
اور پھر لوگوں کی خوشامدین کرتے پھرتے ہیں۔ روپیہ کے پیدا کرنے میں سرگردان ہیں۔

کہتے ہیں امارت جسے وہ ہے بے کار

بے اہل بصیرت کی نظر میں ادبار

حاصل نہیں بے صبر و قناعت کے غنا

محتاج میں گو پاس میں زر کے انبار

فکر روزی

رزق کھرفی استمء یعنی تمہارا رزق انسان میں ہے (ق) انسان
نہیں ان کے پیٹ میں تھا اور اوس کو اپنا پوش اور علم بھی نہ تھا اور سوقت
بھی اوس کی روزی رزق پہنچاتا تھا پھر وہ مان کے شکر سے باہر آیا۔ تو ہمیشہ
سعی اور کوشش کے پتارہا۔ اور مان سکو و مردہ پلاقی رہی۔ ان واقعات سے
بجونی ثابت ہوا کہ ہر حال میں اوس کا رزق اوسکو رزق دیا۔ فکر و ترد و محض خام
خیلی ہے۔

کیا فکر ہے روزی کی ترد و کیا ہے

رزاق تو مردہ نہیں کچھ جیتا ہے

ہر حال میں بھیجے گا جو ہر قسمت میں

یہ فکر و ترد کا تجھے سودا ہے

افریقہ کے صحرائے عظیم میں جہان منزلوں بجز ریت کے پانی کا نام نشان
 نہ تھا ایک سیاح نے ریت میں ایک چھوٹے سے پودے کو سرسبز اور شاد
 دیکھا اور اسکو خدا کی رزاقیت کا پورا یقین ہوا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے -
وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بَغَيْرِ حِسَابٍ - اللہ جس کو
 جتنا چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔ جنہیں اسکی صفت رزاقیت کا یقین ہے
 وہ کسی حال میں رزق کے لئے پریشان نہیں ہوتے۔ صرف بد اعتقاد
 اشخاص۔ فکر روزی میں پریشان اور متروک کہانی دیتے ہیں۔

صحرا میں جہان نام نہن پانی کا

کیون ریت میں سرسبز پودہ روپودا

رزاق پہ جس کو ہے بھروسہ پورا

رزق اپنا وہ پائے گا جہاں ہو جس جا

اللہ ہی مارتا اور جلاتا ہے۔ وہی روزی دیتا ہے اور پالتا ہے وہ غافلہ کا
 رب بینی پالنے والا ہے یہی مضمون آیات قرآنی میں بکثرت درج ہے دریکھو
 قرآن مجید آدمی اپنی کوشش سے پیدا ہوتا اور نہ مرنے سے بچتا ہے اور نہ
 اوس کو اپنی کوشش سے روزی ملتی ہے۔ قحط میں ساری کوششیں بے سود

ہو جاتی ہیں غلبہ ہی پیدا نہیں ہوتا جو اس کی محض کوشش سے یہاں نہیں ہو سکتا

جب پیٹ میں تھامان کے کہلایا کس نے

بچپن میں تجھے دودھ پلایا کس نے

گذری وہ جوانی یہ بڑھاپا آیا

پالا کس نے تجھے جلایا کس نے

کوشش اور سعی کے بعض اوقات لٹے نتیجے بھی پیدا ہوتے ہیں جب قدر
اسباب روزی پیدا کئے جاتے ہیں اوسی قدر روزی اور بھی مغفود ہو جاتی ہے
بعض اوقات بغیر کسی سبب ظاہری کے خود بخود روزی اور مال و دولت
آتے ہیں۔ عقلمند فائق کرتے ہیں اور احمق عیش اور اتے پھرتے ہیں۔

نادان ہے کوششوں پر اپنی نازان

سمجھا نہیں ہے نفع و ضرر کا امکان

بے جہد کرے عقل کو لاکھوں میں یہاں

رکھتے ہیں مکانوں میں جہان کا سامان

جو بچہ بادشاہ کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اسکو بغیر کسی کوشش کے تمام سلاطین عیش و نشاط مہیا ہوتے ہیں اور جو ایک مزدور کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اس کو باوجود دن بھر کی محنت کے صرف ایک کھانا ملتا ہے۔ امیر یا غریب کے گھر میں پیدا ہونا کسی بچے کے اختیار میں نہیں۔ یہاں کوشش اور سعی بالکل مفقود ہیں۔

پیدا ہوا جو شاہ کے گھر میں بچہ

بے محنت و کوشش کو اُسے عیش ملا

مزدور کے بچے کی قسمت دیکھو

مٹی جو اٹھائے تو ملے ایک ٹکڑا

کوشش اور تدبیر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لِیَفْعَلِ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیدُ**۔ یعنی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اسباب ظاہر صرف وہو کے کی سنی میں۔ دنیا میں اکثر اسباب کو نتیجے یکساں نہیں نکلتے۔

سمجھا ہے کہ کوشش سے جہان چلتا ہے
 حکم اوس کا بھی ٹالے سے کہیں ملتا ہے
 مرجھاتے ہیں سینچنے سے باغون میں درخت
 بے آب کے پرست پہ شجر پھلتا ہے

کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ ہر کہ در بند تدبیر است در عین دوزخ است۔
 وہ کہ در بند تقدیر است در عین جنت است۔ واقعی امر یہ ہے کہ بندہ کے لئے جو کچھ
 مشیت خدا قایم ہو چکی ہے بہر حال وہی ہوتا ہے۔ تدبیر میں پڑ کر انسان پریشانیان
 اٹھاتا ہے اور نتیجہ ان تدبیروں کا بعض اوقات مہلک پیدا ہوتا ہے۔

تدبیر کے چکر میں جو پڑ جاتے ہیں
 وہ خون جگر پیتے ہیں غم کھاتے ہیں
 تقدیر کے قائل جو ہیں دنیا میں محب
 سچ پوچھو تو آرام وہی پاتے ہیں

جب طرح بچہ خود کچھ نہیں کرتا اور سب اوس کے لئے مہیا ہو جاتا ہے۔ اس طرح اہل توکل سوائے کار خیر اور یاد الہی کے اور کچھ نہیں کرتے۔ ان کی روزی کا کفیل خود خداوند تعالیٰ ہو جاتا ہے اور انھیں محنت اور کوشش کے خدایے نجات دیدیتا ہے۔

بچے کو توکل سے ہی کیا عیش نصیب

سب اپنی پرائے میں دل جان سے حبیب

کرنے جو لگا فکر معیشت خود آپ

وہ عیش گیا ہو گئے سب دوست قریب

انسان مجبور نفس ہے اور خدا قادر مطلق ہے۔ جب خدا کو فی کام بنانا چاہتا ہے تو اوس کے تمام اسباب بھی درست کر دیتا ہے۔ اور جب وہ بگاڑنا چاہتا ہو تو کوئی اسباب ہی ٹھیک ہونے نہیں پاتے۔ آدمی کی عقل ہی خطا کرتی ہو اور سوچ سمجھ ہی الٹی ہو جاتی ہے۔ جب انسان اپنی عقل پر ہی قادر نہیں تو اشیائے عالم پر کیسے قادر ہو سکتا ہے۔ اپنی قدرت کا خیال صرف وہم سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی ہزار توجیہ کر کے اپنے دل کو سمجھاتا ہو۔

سمجھا ہے کہ کوشش ہی ثمر لاتی ہے

مشکل میں تری عقل کد ہر جاتی ہے

قدرت نہیں جب تجہ میں تو کوشش ہی فضول

امید بھی وہ چاہے تو بر آتی ہے

جب منجمون نے کہا کہ ایک شخص پیدا ہو کر تجھے مارے گا۔ تو فرعون نے اس
مشیت الہی کے خلاف ہزار ہزار کوشش کی مگر کچھ نہ ہوا۔ اس نے حمل گروائی
بچے قتل کئے اور جو کچھ نہ کرنا تھا وہ سب کچھ کیا۔ مگر حضرت موسیٰ پیدا ہی ہوئے
اسی کے مکان میں پلے اور ہی کو مارا۔ ہماری تدبیریں بھی مشیت حق کے بموجب ہوتی
ہیں اور ان سے وہی نتائج برآمد ہوتے ہیں جنہیں وہ چاہتا ہے۔

فرعون نے کوشش سے کہو کیا پایا

خود غرق ہوا اور نتیجہ تھا کیا

اطفال کئے قتل ہزاروں لیکن

گھر ہی میں تو پلتے رہا اسکے موسیٰ

مصائب

روح اور جسم میں تضاد ہے۔ ایک کے قوی ہونے سے دوسرے میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اس جسم کی تکلیفوں سے جنہیں نفس کشی اور ریاضت کہتے ہیں روح میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان روحانی اکتساب سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ تو خدا کی طرف سے مصائب اور بیماریاں آتی ہیں۔ تاکہ اس کی روح میں صفائی پیدا ہو۔ اگر وہ خود صفائی روح میں مصروف ہوتا اور مجاہدے اور ریاضت سے کام لیتا تو ان مصائب کے آنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے مصائب اور تکلیفیں درحقیقت قابل شکر یہ ہیں۔

کیونکہ درد سے تکلیف سے گھبراتا ہے

کر شکر کہ اب خوشی کا وقت آتا ہے

اس جسم کی تکلیف سب سے روح قوی،

آئینہ دل غم سے بدل پاتا ہے

ہر مصیبت اور آفت کو ہمارے ہی اعمال و افعال میں پیدا کرتے ہیں بخداوند تعالیٰ عادل ہے وہ ظالم نہیں جو کسی پر خواہ مخواہ ظلم کیا کرے۔ انسان کو چاہئے کہ

مصیبت کے وقت یہ خیال کرنے کہ یہ آفت میرے ہی اعمال نے پیدا کی ہو
اور اب مجھے صبر و شکر سے اسکو بھگتنا چاہئے۔

آئی جو مصیبت تو کہاں سے آئی

کرنی ہی تری سر پہ ترے یہ لائی

عادل ہے خدا ظلم نہیں کرتا ہے

تو نے یہ سزا اپنے عمل کی پائی

انسان دوسروں کی شکایت کرتا ہے کہ فلاں نے مجھے اذیت دی
فلاں نے مجھکو مارا۔ مگر دراصل شکایت اوس کو خود اپنی کرنی چاہئے۔
کیونکہ اسی کے اعمال کے نتیجے تھے۔ تو ہی اپنے آپ کو اذیت دیتا اور
مارتا ہے اور دوسروں کو ناحق ملزم ٹھہراتا ہے۔

بے وجہ مصیبت نہیں آئی سر پر

عادل نہیں کتا ہے تقدی پہ کمر

تیرے ہی عمل کے یہ نتائج ہیں محب
کرتا ہے شکایت نہیں کچھ اپنی خبر

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں معراج ہوئی تھی اور اسرارِ حقیقت
کھلے تھے اسی طرح انسان کی روح بھی خدا کا اوراک مصائب اور آفات ہی
میں کرتی ہے۔ عیش و آرام میں تو آدمی خدا کو بھول ہی جاتا ہے۔ اسی لئے
فرمایا گیا ہے کہ مصیبتیں اسواط اللہ۔ بین یعنی خدا کے کورے ہیں
گھیر کر صراطِ مستقیم پر لاتے ہیں۔

آفات و مصائب میں جوڑ جاتے ہیں

اسرارِ حقیقت وہی کچھ پاتے ہیں

یونس کو ہوا بطن میں باہی کے وصال

مردانِ خدا عیش سے گھبراتے ہیں

جسمانی اور روحانی ترقی یا "ایو لوشن" کے لئے تکلیف اور راحت ضروری
پیاری اور صحت سے انسانی جسم ترقی کرتا ہے۔ اگر بیماری نہ ہو تو آدمی زیادہ

جی نہیں سکتا۔

دراصل مصائب میں بنائی راحت
جاتی ہے گناہوں کی دلوں سے کلفت

بیماری و صحت ہے نمو کو لازم

مر جائے جو انسان کی ہو کیساں حالت

جیسے سونے کا رنگ اور روپ تپانے سے نکرتا ہے اسی طرح انسان کی خواہے روحانی تکالیف سے
مہلایا ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے آتش و دوزخ بھی رحمت ہی چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا
کہ رحمتی وسعت کل شئی۔ کل شے میں دوزخ بھی شامل ہے۔

کرتا ہے مصیبت میں کوئی آہ و بکاہ

ہے رنجِ زمانہ کا کسیکو شکوہ

یہ آتش و دوزخ ہے خدا کی رحمت

بے آگ کے ہوتا نہیں کندن سونا

سخاوت

ومن لعل مثقال ذرۃ خیرا تیرہ - (رق) اور جو شخص ایک ذرہ نیکی کرے گا اس کو بھی وہ دیکھے گا۔ اور دوسری جگہ یہ ہے کہ ایک نیکی خیر کا بدلہ دس نیکیاں ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے پیسہ کے ماوس ہیں نہ تو کوئی کمی ہوتی ہے اور نہ اس کی قیمت گھٹتی ہے۔ مگر اس کا مواضع دس گنا ملتا ہے۔

ہوتی نہیں دنیا کی کوئی چیز عدم
 زر صرف سے ہوتا نہیں رتی بھر کم
 جب تو نہ بناتا نہ فنا کرتا ہے

پھر کیوں نہیں زر خیر میں دیتا پیسہ ہم
 جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ ساتھ نہیں لاتا۔ اور جب جاتا ہے تو کچھ نہیں لیجاتا۔ اس زندگی میں جسکی انتہائی درازی سو سو سو سے عموماً زیادہ نہیں جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے وہی اس کے ساتھ جاتا ہے۔ یعنی اگرچہ روپیہ کا مادہ نہیں جاتا مگر اس کا عمل اور نتیجہ آخرت میں محفوظ رہتا ہے گویا آخرت خدا کا بینک ہے۔

افسوس ہے محنت سے کمائی دولت

خود آپ نہ اور دن کو کھلائی دولت

جب مر گئے سب رنگیا سامان یہاں

یاروں نے پس از مرگ اوڑائی دولت

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بے کار اور خار دار درخت آگ میں جھونکے جاتے ہیں اور پھل دار اور سایہ دار درختوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ سوم اور بخیل اشخاص بے ثمر والے درخت ہیں۔ ان کا انجام فی النار ہے۔ اور بخی پھل دار درخت ہے جس کا ٹکڑا جنت ہے۔

دنیا کے مزے اہل کرم پاتے ہیں

انجیل نہ کھلاتے ہیں نہ خود کھاتے ہیں

پھل دار درختوں ہی کی قیمت ہو یہاں

پھل جو نہیں دیتے ہیں وہ کٹ جاتی ہیں

حضرت مسلم فرماتے ہیں۔ السنخى حبيب الله لو كان
 قاسقاً والنخيل عدو الله لو كان زاهداً۔ یعنی
 سنخى خدا کا دوست ہے۔ اگرچہ وہ بدکار ہو۔ اور نخیل خدا کا دشمن ہے اگرچہ
 وہ پرہیزگار ہو۔ مصرع۔ زبان خلق کو تقارہ خدا بچو۔ مروود خلائق مروود خدا ہی
 اور مقبول خلائق مقبول خدا ہے۔ ایک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک
 جنازے کے ساتھ لوگ جا رہے تھے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت یہ شخص
 جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر لوگ اسکو اچھا کہتی ہیں
 تو جنت میں جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قالب عنصری کے ٹوٹنے
 کے بعد روح یا قلب فنا نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد بھی انسان کے خیالات
 و افکار وہی رہتے ہیں۔ جو زندگی میں تھے۔ جیسے خیالات و اعمال ہونگے
 ویسا ہی اوس کو راحت یا تکلیف نصیب ہوگی۔

کیون نخل سے دنیا کو متفر ہے بتا

کیون اہل سخا کا ہے جہان میں چرچا

ہے دوست سنخى خدا کا دشمن ہے بنخيل

مروود خلائق ہی ہے مروود خدا

جس شخص خدا کی شان ربوبیت پیدا کرتا ہے وہ رب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ رب مقید
 اور مطلق میں فرق ہے۔ مگر پھر بھی قطرہ دریا سے ملتے ملتے دریا ہی میں مل
 جاتا ہے۔ اور اطلاقیت کے غلبہ سے دائرہ ربوبیت زیادہ ہو جاتا ہے۔
 بادشاہ میں شان ربوبیت کا غلبہ ہے۔ اس لئے وہ بادشاہ ہے۔ اگر
 رعایا کی پرورش چھوڑ دے اور اپنی غرض میں مبتلا ہو کر صحت خزانہ ہی جمع کری
 یا اپنے عیش و آرام میں روپیہ لٹائے تو صفت ربوبیت نہ رہے گی۔ اور
 وہ کبھی تخت سلطنت پر قائم نہ رہے گا۔ اخافات الشرطات المشروط۔

انداخ لائق میں نہ کر کو تا ہی

ہو بحر کرم بحر سخا کی ماہی

کر شان ربوبیت خدا کی پیدا

پھر دیکھ کہ دنیا پہ ہے تیری شاہی

بوڑھا پا

جبہ آزمی پیدا ہوتا ہے تو بچے کو سب پیار کرتے ہیں اور اسکو انگہون پٹھان
 ہیں مگر جب بوڑھا اور ناکارہ ہو جاتا ہے تو کوئی پاس بھی کھڑا نہیں ہوتا۔

جور و اولاسب کتراتے ہیں۔ بوڑھے آدمی کی قدرونِ شایستہ ملکون میں ہے
جہان اسکی رایون اور مشورون سے نوجوان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملکون
میں تو بوڑھے آدمی بیکار محض خیال کیجاتے ہیں۔

پیدا جو ہوئے ہم تو ہوئے جشن ہزار

بچپن میں تھے سب ہم پہ دل جان سونٹار

آیا جو بوڑھا پا تو ہوئے سب بیزار

بے قدر ہیں اب جیسے پُرانا اخبار

عوام الناس میں یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ پیری صدِ عیب ہے۔ یہ بالکل
نامفہمی ہے۔ بلکہ پیری ہی عمر کا وہ عمدہ حصہ ہے جو مالِ کارِ زندگی ہے اور راحت
و سکون کا زمانہ ہے۔ جوانی میں تو خواہشوں کا ایک طوفان بہا رہتا ہے جس میں
آرام کہاں ہے۔

پیری ہی تو ہے زیتِ جوانی کیا ہے

خواہش ہے کوئی دل میں کچھ انداز ہے

ہے خام خیالی کہ ہے پیری صعب

شیرین ہے وہی پل جو بہت پکلے

خداوند تعالیٰ عادل حقیقی ہے جو کچھ ہمارے ایمان ثابۃ کا تقاضا ہوتا ہے اسکو وہ پورا کرتا ہے۔ یعنی جو کچھ قومین اور سرایہ اعمال برہانی میں پیدا کر لیتے ہیں اور غیب کی جزا اور سزا بلکہ خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ جو ان کی کشتکاری کا وقت ہے اور پیری فضل کلمے کا موسم ہے۔

ہے کشت کا وقت یہ جوانی غافل

سمجھے اسے سرایہ دولت عاقل

کا بُنیلے بوڑھا پے مین جو کچھ بویا ہے

دیتا نہیں کچھ اپنی طرف سے عادل

موسم جوانی مین نفسانی اور غضبی خواہشوں کا جوش ہوتا ہے اور ہر قسم کی آرزو اور مانا موج زن ہوتے ہیں۔ اس طوفان بے تمیزی مین انسان بڑے بڑے تہلکات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس طوفان مین جہاز کے ناخدا کی طرح قطب کی سمت

یعنی حضرت حق ہی کی جانب نظر رکھنا چاہیے۔ پھر اس طوفان سے کچھ خوف نہیں
بیڑا پار ہے ورنہ وینوی انقلاب میں ہلاکت یقینی ہے۔

طوفانِ جوانی میں نظر رکھ کر حق پر
کشتی کو نہیں تیری کوئی خوف و خطر

موجوں کے تھپڑوں سے کہاں بچتی ہیں۔

رکھتے نہیں ہر آن جو خالق پر نظر

اکثر اشخاص کو بوڑھا پا آئے گا غم ہوتا ہے اور جوانی کے جانیکا افسوس کرتے ہیں۔ لیکن
انہیں یہ معلوم نہیں کہ نفسِ فرعون کے پنجے سے چھوٹے اور باریک آواز اور یا دلہی کا رستہ ملا
اگر وہ موزی زور دار رہتا۔ تو کب بینِ خدا کی طرف متوجہ ہونے دیتا۔

غم ہے یہی کیوں ہلکو بوڑھا پا آیا

سو طرح کے ضعف ساتھ اپنے لایا

معلوم نہیں نفس کے پنجے سے چھوٹے

فرعون ہوا غرقِ تورستہ پایا

تصنع اور ریا

ناقص صوفی جاہلون کے لایق بہن اور کامل عالمان کے ۔

کامل کو سمجھتا نہیں ناقص بخدا

جو جیسا تھا ویسا ہی اسے پیر ملا

یہ صوفی جاہل بھی تو بے کار نہیں

ہر ایک جماعت کا ہے استاد جدا

اس راہ میں اصلیت نہیں تو بناوٹ ہی سہی۔ اگر پیر کامل نہ ملے تو ناقص ہی پر
اکتفا کرنا چاہئے۔ جس طرح مرید کی استعداد بڑھتی جائے گی اس طرح اسکو لایق
پیر بھی ملتا جائیگا۔ پہلے درجہ میں جہان الف بے پڑھائی جاتی ہے ایک معمولی آدمی
بچوں کے پڑھانے پر رکھ دیتے ہیں جون جون بچے کی استعداد علمی بڑھتی جاتی ہے ۔
وون وون اوپر کے درجہ میں ترقی پاتا جاتا ہے ۔ اور لایق استاد ملتا جاتا
ہے ۔ ایک پروفیسر بچوں کے لئے ویسا ہی ہے جیسے کہ ایک میلان جی ۔
بلکہ میلان جی ہی زیادہ موزون ہے ۔

اس راہ میں کھوٹے کی بھی ہے قدر اکثر

حاصل نہ ملے اگر تو ملمع بہتر

بے حال بھی با حال بنا کرتے ہیں

ہے وجد تو کم بہت تو اجد ہے مگر

ہر پیشہ اور حرفت میں مکارا شخص موجود ہیں۔ اور فن تصوف بھی اس سے
خالی نہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ یہ ریاکار صوفی بھی خدا کے نام لینے سے اس
پھول کی طرح ہیں جو بدر روینی دنیا کے اوپر لگے ہیں۔

ہر پیشہ و حرفت میں بہت ہیں مکار

نقصان پہنچتے ہیں زمانہ کو ہزار

تذویر تصوف میں ہے اس طرح محب

اطراف بدر رو کے ہو جیسے گلزار

دل میں تو دنیا بھری ہوئی ہو۔ اور ظاہر خدا پرستی کی جائے۔ تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ گو دینی منفعت سمجھ رہی سی حاصل ہو جائے۔ مقصد اصلی یعنی دیدار الہی حاصل ہونے کا نہیں۔ لیکن اگر بظاہر کوئی دنیا دار ہو اور دل میں خدا کی محبت تو ضرور وہ بقائے حق سے سرفراز ہوگا۔

لب پر ہے خدا اور دل میں انغیار

بے فائدہ ہے علم و ریاض و اذکار

گردل میں خدا ہو اور ظاہر دنیا

ہو جائے گا اکدن تو کبھی بیڑا پار

اگر کسی کو خدا کا سچا عشق ہے۔ تو شیطان سے بھی وہ ہدایت پاتا ہے۔ بالفرض اگر وہ جوکے سے وہ کسی شیطان کا مرید ہو جائے گا اور اسکو بھی جلوہ حق جانیکا تو البتہ وہ منزل مقصود پر پہنچے گا اور اگر مرشد بھی نہ ملے تو بھی اسکے ہر دم یاد کرنے سے وہ خود آتا ہے۔

دل سے جو کوئی عاشق حق ہو جائے

شیطان سے بھی آدمی ہدایت پائے

مرشد ہو جو شیطان تو سمجھ اسکو حق

اور یاد کر ایسی کہ خدا خود آئے

حال قال

ناقص خواہ غواہ مجلس سماع میں کو دیکھنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ خداوند تعالیٰ کی نسبت کیا خیالات رکھتے ہیں۔ جس شخص کے سامنے معشوق حقیقی ہر آن موجود ہے۔ اسکو بغیر ارادی اور گریہ اندی کیوں ہونے لگی۔ یہ باتیں تو سچ مرن ہوتی ہیں۔ یا اگر معشوق و مفتاح لہجے اسوقت بھی آدمی خوشی کے مارے نہ چنے لگتا ہے۔ یہ دو تو حالتیں حال و قال کی اصل بنیاد ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ جسکو حال آیا ہے یا وہ توحید اور معرفت کو بھی سمجھا ہی یا نہیں۔ اگر عارف نہیں تو حال بھی کو دیکھنا کے سوا اور کوئی وقت نہیں رکھتا۔

جب غرق و دو عالم ہوئے اسکی ہو میں

پھر ہجر کہاں یا تو ہے پہلو میں

خمر پی کے بھی میخوار بہکتے ہیں کہیں

کم ظرف تھرکنے لگے اک چلو میں

وجد کے معنی پانے کے ہیں تو جب کوئی کہی پاتا ہے تو خوشی سے ناچنے لگتا ہے ۔ اور جس کے سامنے یارِ ہیشہ موجود ہے اسکو اسکی ضرورت نہیں کا بلین کو حال نہیں آتا۔ کیونکہ وہ برآں حال میں ہیں۔ مگر مبتدی کو اکثر حال آتا ہے ۔

یہ وجد کے معنی ہیں کہ پایا اسکو

پر دے میں چھپا تھا کہ بیچ لایا اسکو

ہے سامنے جس کے کہ وہ ہر دم موجود

دیکھا ہے کسی نے حال آیا اسکو

اللہ زبان سے سب حق کہا کرتے ہیں۔ مگر دل میں نہ تو اللہ کی معرفت ہے اور نہ اسکی محبت۔ اور بغیر معرفت کے محبت جو نہیں سکتی۔ اس لئے اعمال اور افعال کا اعتبار ہو زبانی جمع و خفی سے کوئی فائدہ نہیں۔ بہت لوگ صوفیوں کے الفاظ سیکھ کر لوگوں کو فریب دیتے ہیں اور اس پر دے میں مال و دولت اور جاہ و منصب کھاتے پھرتے ہیں۔ ایسی لوگوں کی ریائی عبادت اور وجد و حالِ قالِ شیطانی افعال سے زیادہ وقت نہیں رکھتے۔

ہے قال بہت حال کا غنقا ہی وجود

اعمال سے ہوتی ہے ہر اک شے موجود

کہتے ہیں زبانوں سے تو اللہ اللہ
دل میں ہے جو دنیا تو ہی شیطان کو سجد

صاحب حال اپنے کو چھپاتے ہیں اور اپنی حالت کو ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ مگر صاحب قال
مختلف تدبیروں سے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اصلی صوفی اپنے عیب ظاہر کرتے ہیں
اور مکار اور بنے ہوئے صوفی اپنے عیب چھپاتے اور سنہر ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ
اول الذکر اشخاص کو خدا سے غرض اور آخر الذکر کو دنیا سے مطلب ہے۔

اعمال چھپاتے ہیں جو ہیں صاحب حال
ظاہر وہی کرتے ہیں جو ہیں صاحب قال
عشاق کو کیا خلق پرستی سے غرض
سمجھے ہیں وہ دنیا ہی کو جی کا خجال

ہر دم زبان کو بند رکھ کر اسطرح ذکر الہی کر کہ مذکور سامنے آجائے فنا فی اللہ اور استغراق
کا درجہ حاصل کرنا تو بہت مشکل ہے۔ مگر ڈھولک پر کوڑا نہایت ہی آسان بات ہے۔

حق پائے گا کیا قال سرکہ بند زبان
کر ذکر کچھ ایسا کہ ہونڈ کو رعیان

کہتے ہیں جسے حال وہ ہواستغراق
اور ناچنا ڈھولک پہ بہت ہوا سان
معشوق مقید

سبار کبادی اس امر کی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے نعمت توحید عطا فرمائی انہیں لوگوں کی
عید قابل رشک ہے جنہیں وصال حق اور ویدار حق نصیب ہو۔

ہے عید کا دن اور ہے وصل و لدار
جنت میں ہے مومن اور کافر فی النار
صد شکر ملی دولت توحید تجھے
کہتے ہیں اسے فصلِ خدائے غفار

عورت خداوند تعالیٰ کے حسن کا مظہر اتم ہے اسی واسطے ہر شخص کا معشوق عورت ہی
ہوتی ہو ایک زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق تھیں مگر تجھے تو ہزاروں پہلو و روی عاشق ہیں

کیا صورتِ زیبا تجھے اللہ نے دی
حورون میں کہاں حسن یہ شانِ احدی

یوسف پہ زلیخا ہی فقط مرتی تھی

عاشق ہے تیرے حسن پہ ہر پیرولی

مدوح کی عام فیض رسانی اور امداد علوم و فنون قابل تکریم ہے۔

ظاہر میں تو زن ہے اور باطن میں سچ مرد

ہمت میں سخاوت میں عنایت میں ہی فرد

ہے ابر کرم اور کبھی کبھی سحر سخا

حاکم بھی تیرے سامنے اس وقت ہی گرد

عاشقان حق کو دیکھنا گویا خدا کو دیکھنا ہے۔ اور ان کی صحبت دراصل خدا کی بخشی ہے
شاعر مدوح کو حق جانتا اور دیکھتا ہے۔ اس لئے اس کی نظر میں مدوح کا دیکھنا عین
حق کا دیکھنا ہے اور اس کی تکریم عین حق کی تکریم ہے۔

تو عاشق حق ہے اور خدا کی شیدا

ہے دیکھنا تیرا تو عبادت بنجرا

صورت جو تیری دیکھتا ہوں کہتا ہوں

حق آپ برآمد ہے بشکل زیبا

خدا تو اس قدر ظاہر ہے کہ یہ کثرت ظہور ہی خدا کا ہفت ہے۔ لوگ خدا کے ویدلہ کے طالب تو ہیں۔ مگر اسکو دیکھتے نہیں۔ اور انکار کرتے ہیں اور کافر ہوتے ہیں کیونکہ جو لوگ ماسوا اللہ کو دیکھتے ہیں وہ واصل کا فر حقیقی ہیں اور مسلمان مجازی۔

گر نفس پہ اور دنیٰ پہ قسا ہر ہو جائیں

اسرار حقیقت ابھی ظاہر ہو جائیں

سب کو ہے یہ ارمان کہ خدا کو دیکھیں

تو سامنے گرائے تو کافر ہو جائیں

۱۰۰

نہدائے فضل و کرم سے اس مطبع میں ہر قسم کی اور زبان کی کتب بین اردو و ہندی
 متعلقی، مرثیہ، فارسی، عربی، سنائیٹ خوش خط، صحیح عمدہ جلد اور ارزان نرخ پر پیدا
 کیا جاتی ہیں اور فارغ نقضہ جات وغیرہ وغیرہ چھپتے ہیں۔ یہ مطبع عربیہ
 ۱۱ سال سے اپنے فرامین شعی کی نہایت ایمان داری اور خوش معاملگی سے ادا کر رہا ہے
 جس کی شہرت اور زیب نامی روز افزاں ہے۔ یہ کیفیت نرخ وغیرہ خط و کتابت سے
 معلوم ہو سکتی ہے۔ اس مطبعہ کی ہر قسم کی کتب اردو، فارسی، عربی وغیرہ دلیوی
 اصل کی بغایت روانہ ہو سکتی ہیں۔

المشـ
نمبر ۱۰۰۰
اقع افضل گنج میہ راہ و گن

۱۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۲۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۳۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۴۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۵۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۶۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۷۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۸۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۹۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔
 ۱۰۔ **تفہیم لغت** : یہ کتاب مولوی محمد رفیع الدین نے لکھی ہے۔

تہا کی قیمت مہولی کاغذ مراد اور عمدہ کاغذ پر ۱۲ ار
المشاہد فیجبر مطبع انتر دکن واقع افضل گنج حیدر آباد دکن

اشتہار کتب تصوف

پنٹی کتب میں جن میں تصوف اور فلسفہ الہیاتیات کے مشکل اور دقیق مسائل نہایت ہی آسان پسینہ
میں دے دیے ہیں حسب ذیل فرماتے گئے ہیں ان کتابوں میں حسابات کا خیال رکھا گیا ہے کہ
طالبان حق کو وہ باتیں جنہیں اکثر اشخاص سینہ بسینہ کہتے ہیں واضح اور صاف طور پر بیان کر دی جاوے
اچھے زبان میں تصوف کی باتیں معارف و حقائق کی طرز پر لکھی جاتی تھیں تاکہ عوام کی فہم میں نہ آئیں مگر ان کتابوں
میں اس طرز پر ان کے خلاف پہلو اختیار کیا گیا ہے اور طالب نہایت ہی سلیس اور دین عام فہم کے لئے ہیں
رقعاتِ محب جس میں اسرار الہی خطوط کے پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور ہر ایک مسئلہ تصوف نہایت ہی
صاف طور پر سمجھایا گیا ہے قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۲) وصالِ حق اس فلاں میں وہ خلک رونے لگے ہیں جو آجکل علوم جدیدہ کے ماننے والے ہیں
وہ ان میں مذاہب کی نسبت پیدا ہوتے ہیں قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۳) مسدس توحید اس نظم میں توحید پر دلائل فلسفی لکھے اور کچھ علوم سے تعلق رکھتے ہیں
جن کے پڑھنے سے وحدت الوجود کے مسئلہ پر کچھ کوئی شک باقی نہیں رہتا قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۴) عالم خیال اس مہیوٹے سے رسائل میں خیال کی قوت اور زور بتایا گیا ہے قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۵) جذباتِ محب یہ ایک ضخیم کتاب مختلف دلچسپ نظموں کا مجموعہ ہے جن میں بڑے بڑے
شاعر کا مطالبہ اور خیالات جدیدہ بیان کئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۶) دیوانِ محب یہ قومی نظم کا ایک اچھا مجموعہ ہے قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۷) امیرِ اہلِ جرم یہ ایک ناول کا مجموعہ ہے جہاں تحقیقات کے لئے نسبت بہت سی قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

(۸) معلمِ سوال یہ خود تون کے متعلق معلومات کا ایک کامل ذخیرہ ہے قیمت فی جلد ۸۰ روپیہ

یہ کتابیں مصنف کے پاس سے اور نیز مطبع اختر و کن اور کس ایڈنسی واقعہ جالندھار
سے دستِ یاب ہو سکتی ہیں۔

محب حسین فیضانِ حیدر آباد دکن

